تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد دوئم

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مُفسّرُ القرآن

فدائے عشقِ مُحمّدی

ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی مُحمّد علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

پبلشرز

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

۶۸-۶۷، اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۷/۸، کراچی

نام کتاب ــــــــــــــ تفسیرِ علیم (جلد دوئم)

ترتیب و پیشکش ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مئی ۲۰۰۷ء	۳۵۰۰

297.64
936
89697
جلد دوم 3 ر

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صَلّی اللہُ عَلَیہِ وآلِہٖ وسلّم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیر علیم (جلد دوئم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت، عاملِ شریعت، کاملِ طریقت، صادق البیان، مُفسّرِ القرآن، فدائے عشقِ محمّدی، ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی، حضرت قاضی محمّد علیم اللہ عارفی قادری، چشتی، صابری عارفی رحمتہ اللہ علیہ کے قرآنی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صَلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صَلّی اللہ عَلیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صَلّی اللہ عَلیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہوجائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھابیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

Marfat.com

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجیے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

Marfat.com

سورہ فاتحہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ
وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ
عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں
کا بہت مہربان رحمت والا روزِ جزا کا مالک ہم تجھی
کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں ہم کو سیدھا راستہ
چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر
غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

Marfat.com

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سورہ فاتحہ سب سے پہلے اُترنے والی سُورہ ہے۔ لیکن اکثر کا خیال یہ ہے کہ سورہ اقراء سب سے پہلے نازل ہوئی، اس کو سبع مثانی بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی سات آیات ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کا نزول دو دفعہ ہوا۔ چنانچہ سورہ فاتحہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی ہے۔

یاد رکھیں کہ سورتیں مکی اور مدنی اس وجہ سے نہیں ہوتیں کہ وہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں اُتریں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی موجودگی کی نسبت سے کہی جاتی ہیں۔ یعنی ہجرت سے پہلے جو آیات نازل ہوئیں، وہ چاہے طائف یا مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہوں، یا غارِ حرا میں یا غارِ ثور میں ہوئی ہوں۔ مثلاً لا تھنوا ولا تحزنوا ان اللہ معناؕ یہ غارِ ثور میں نازل ہوئی تھی، تو وہ سب مکّی سُورتیں کہلاتی ہیں۔ اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں، چاہے وہ مدینہ منورہ میں ہوئی ہوں یا فتح مکہ میں ہوئی ہوں یعنی بعدِ ہجرت تیرہ سال تک جو سورتیں نازِل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔ تو سورہ فاتحہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ اس لئے وہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔

اے عزیزانِ محترم!

یہاں ایک نکتہ آپ کو سمجھادوں، کہ قرآن پاک جو سرکارِ دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلوب نہ تھا، بلکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کے مطلوب تھے۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مطلوب تھی، لہٰذا اس کو حاصل کرنے کے لئے کوہ طور پر جانا ہوتا تھا اور وہاں ان پر توریت نازل ہوتی تھی۔ اس کے حصول کے لئے ان کو خود جانا پڑتا تھا۔

لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ وہ خود قرآن پاک کے مطلوب و مقصود بن گئے۔ جہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے وہاں قرآن نازل ہوتا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن لے کر حاضر ہوتے۔ اور جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ ستّر ہزار فرشتے بھی ان کے ساتھ آئے۔ یہ اُمّت کے لئے اتنا بڑا گرانقدر تحفہ تھا۔

جاننا چاہیئے کہ یہ صوفیانہ تفسیر ہے۔ قرآن پاک کا مطلوب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ یعنی قرآن وہاں پہنچا جہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے، چاہے وہ غارِ حرا میں ہوں یا غارِ ثور میں ہوں یا مسجدِ نبوی میں ہوں، خانہ کعبہ یا طائف کی پہاڑیوں میں ہوں۔ جہاں وہ ہوتے وہاں جبرائیل علیہ السلام قرآن لے کر جاتے اور نزولِ قرآن ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ تھا کہ توریت کی تلاش اور اس کے حصول

Marfat.com

کے لئے وہ خود جاتے۔

فاتحہ کہتے ہیں کھولنے والے کو۔ سورہ چونکہ مؤنث ہے اس لئے سورہ فاتحہ کھولنے والی سورہ ہے۔ یہ علم کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ یہ قرآن کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ اس کے بہت سارے نام ہیں۔ انیس بیس نام تو مجھے بھی یاد ہیں۔ میں نے لکھ لئے ہیں۔ لیکن معروف طور پر اس کو سورہ فاتحہ کہتے ہیں۔ یا سورہ فاتحہ الکتاب کہتے ہیں۔ یہ کتاب کو کھولنے والی کُنجی ہے۔ یہ ام القرآن ہے۔ قرآن کی ماں ہے اور قرآن کا (Source) یعنی منبع ہے۔ جس طرح ہم مکہ مکرمہ کو اُمّ القریٰ کہتے ہیں، اسی طرح سے سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں۔

کل آسمانی کتابیں اور صحیفے ایک سو چار ہیں، جو مختلف انبیاء پر نازل ہوئیں، جن میں کلام پاک بھی شامل ہے، توریت، زبور اور انجیل بھی ہے۔ وہ ساری کتابیں اور ان کے تمام مضامین توریت زبور اور انجیل کے ساتھ ایک سو چار کتابیں قرآن پاک میں سمو دی گئیں۔ اور کلام پاک کے سارے مطالب و معانی جو ہیں وہ سورہ فاتحہ میں سمو دیئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم اس کو ام الکتاب کہتے ہیں۔

اسے سورہ رافیہ بھی کہتے ہیں، سورہ قافیہ بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

اس میں ایک مکمل مضمون ہے۔ اسے سورہ شافیہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں شفا ہے۔ اسے سورہ شفا بھی کہتے ہیں۔ سبع مثانی بھی کہتے ہیں کہ اس میں سات آیتیں ہیں جو دو دفعہ اُتریں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ مکی اور مدنی ہے دوسری اس وجہ سے کہ یہ بار بار دُہرائی جاتی ہے، ہر نماز میں دُہرائی جاتی ہے، یعنی بار بار دہرائی جانے والی سُورہ ہے۔ اسے سورہ نور بھی کہتے ہیں اور سورہ الحمد بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ دُعا بھی کہتے ہیں۔ سورہ طالب المسئلہ بھی ہے، کیوں کہ اپنے دین کا مسئلہ بھی سمجھاتی ہے، اور سورہ مناجات بھی کہتے ہیں، سورہ سوال بھی کہتے ہیں۔ سورہ صلوٰۃ بھی کہتے ہیں۔ تو اس کے بہت سارے نام ہیں لیکن عام لوگ اسے سورہ فاتحہ اور سورہ الحمد سے جانتے ہیں۔ اس میں سات آیات ہیں ۲۷ کلمے ہیں اور ۱۴۰ حروف ہیں۔

یاد رکھیں درخت کی ماں بیج ہے جس کے اندر جڑیں بھی ہیں شاخیں بھی ہیں، پتیاں بھی ہیں، پھول بھی ہیں اور پھل بھی ہیں۔ اس چھوٹے سے وجود میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام چیزیں سموئی ہوئی ہیں جو کہ اس پورے درخت میں بعد میں آنے والی ہیں۔ اسی طرح اگر قرآن پاک درخت ہے تو سورہ فاتحہ اس کا بیج ہے۔ اس کی اصل اس کے اندر موجود ہے۔

Marfat.com

اس کو سبع مثانی اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ رب کے حساب سے سورہ فاتحہ میں پورے کلام پاک کے پڑھنے کے ثواب کا ساتواں حصہ ہے۔ چنانچہ سات دفعہ اگر آپ سورہ الحمد پڑھ لیں تو پورے کلام پاک کا ثواب آجاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تک سورہ فاتحہ نازل نہیں ہوئی تھی، میں آپ کی اُمت کے متعلق پریشان تھا، جہنم کے بارے میں۔

جیسے میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ بیج درخت کی ماں ہے۔ اسی بیج کے اندر جڑ بھی موجود ہے، شاخیں بھی ہیں اور پتے بھی ہیں۔ وہی بیج بڑھ کر اتنا بڑا تناور درخت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کلامِ پاک میں آپ تمام ادیان یعنی تمام آسمانی دینوں کا مکمل مشاہدہ کر سکتے ہیں، اور پورے کلام پاک کا آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں، سورہ فاتحہ میں۔

جس طریقے سے ہمارے آئین کی کتاب ہوتی ہے، جس میں پہلے پیش لفظ ہوتا ہے۔ آرٹیکلز اور ان کی دفعات ہوتی ہیں۔ اسی طرح پہلے کلام پاک میں سورہ فاتحہ ہے جو اس کا پیش لفظ ہے۔

Marfat.com

اسی طریقے سے دنیا کے تمام بنیادی اصول اس کے اندر ہیں۔ پھر اس کی پوری تفصیل سورہ بقرہ میں ہے۔ پچھلے مذاہب کا احوال ہمارے اپنے دین کی جو چیزیں یعنی روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ ہر چیز کا ذکر اس کے اندر ہے، تمام ارکانِ دین کا ذکر ہے، پچھلے ادیان اور اُمتوں کا، بلکہ پورے کلام پاک میں اس کا ذکر ہے تو اس طریقے سے سورہ فاتحہ اُم الکتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ نازل فرما کر آپ کی اُمت کے نجات کا ذریعہ پیدا کر دیا ہے۔ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں، سبع مثانی۔ یہ جہنم کے سات طبقات کا قفل ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک فرشتے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، آپ نورِ الٰہ ہیں۔ اور آپ کو دو نور ایسے ملے ہیں جو کسی نبی کو نہیں ملے۔ وہ دو نور کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ دو نور ہیں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا رکوع ربنا لا تؤاخذنا...... الخ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے، آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے مثل توریت، زبور اور انجیل میں کوئی سورہ نہ اُتری اس لئے کہ سورہ فاتحہ میں تمام کتابوں کی رُوح ہے۔

Marfat.com

انجیل، توریت اور زبور کی روح خود کلام پاک ہے اور اس میں ان کتابوں کو سمو دیا گیا ہے، سارے کلام پاک کو سورہ فاتحہ میں سمو دیا گیا ہے۔

اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ یہ بات تفسیر کبیر میں لکھی ہوئی ہے قرآن پاک کے تفصیلی اصول جو ہیں وہ سورہ حجرات سے لے کر والناس تک کی آخری آیات میں دیئے گئے ہیں۔ اور یہ اصول مفصل جو قرآن پاک کے ہیں، ان سب کے سارے حروف سورہ فاتحہ میں سمو دیئے گئے ہیں۔ پس جس نے سورہ فاتحہ پڑھ لی، اس نے ساری آسمانی کتابیں پڑھ لیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ہر نماز کا حصہ بنایا۔ گویا کہ آپ نے اسے پڑھ کر ساری آسمانی کتابوں کی تلاوت کی۔

اس کے بہت سارے فوائد ہیں۔ ایک تو یہ قبولیت دُعا کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور دُعا مانگیں تو دعا قبول ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت شفا رکھی ہے۔ سخت سے سخت مرض ہو اگر ۴۱ دفعہ زعفران اور آبِ زم زم سے کسی پیالے میں سورہ فاتحہ لکھ دی جائے اور روز اس کا پانی پیا جائے تو ۴۱ دن میں سخت سے سخت مرض کو شفا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھ کر کسی مریض کو دم کریں تو اسے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

اولیاء اللہ، بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ دافع البلاء والوباء بھی ہے۔ اگر طاعون اور اس طرح کی چیزیں آئیں تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ یعنی بِسْمِ اللّٰہ ملا کر پڑھتے ہیں اور اس سے وہ وبائیں اور بلا دُور ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے لیکن اس حکم کو اللہ تعالیٰ کے ایک دوسرے حکم سے ملا کر سمجھنا چاہیئے اور وہ حکم یہ ہے کہ جب کلام پاک کی تلاوت کی جائے تو خاموشی اور غور و فکر کے ساتھ اس کو سُنا جائے۔ چنانچہ جب نماز میں امام تلاوت کر رہا ہوتا ہے سورہ فاتحہ کی یا کسی دوسری آیت کی تو پھر آپ کا کام سورہ فاتحہ پڑھنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کو صرف سُننا ہے۔

جب روحیں پیدا ہوئیں تو لفظ بہ مُنہ سے نکلا: الست ربی قالوا بلی۔ جب انسان لبادۂ بشری میں پیدا کیا گیا یعنی روحانی شکل سے جسمانی شکل میں آیا تو اس وقت پہلا لفظ جو حضرت آدم علیہ السلام کے مُنہ سے نکلا وہ کیا تھا؟ الحمد للہ!

Marfat.com

جب روح ڈالی گئی تو پہلا عمل جو ان کا ہوا وہ چھینک آئی۔ وہ ایک بشری عمل تھا لیکن بشری عمل کے ساتھ ساتھ عبادت کا عمل بھی ان سے ادا ہوا۔ انہوں نے کہا الحمد للہ اور فرشتوں نے کہا یرحمکم اللہ، لہٰذا اسی کی سُنّت میں ہم پر بھی فرض ہے کہ کسی کو چھینک آئے تو چھینک والا الحمد للہ کہے اور سُننے والا یرحمکم اللہ کہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہو۔)

سورہ فاتحہ کی سات آیات جو ہیں، وہ تو ہیں جہنم کے ساتوں طبقات کے قفل۔ الحمد للہ میں آٹھ حروف ہیں مفسرین کا کہنا یہ ہے کہ اس کے آٹھ حروف جو ہیں وہ جنت کے آٹھ دروازوں کی کنجی ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامد ہیں اور اللہ تعالیٰ محمود ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی حمد کو جب اُمّتی دہراتے ہیں تو جنت کے آٹھوں دروازوں کے قفل ان کے لئے کھل جاتے ہیں۔ حمد خدا کی اور نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ جس طریقے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے تھے اسی طریقے کو اپنایا گیا ہے۔ سورہ فاتحہ کا پہلا کلمہ جو ہے وہ ہمیں حمد اور نعت دونوں کی یاد دلاتا

ہے، وہ طریقہ یاد دلانا ہے۔ جس طرح سے اللہ تعالیٰ کی حمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اور اس محمود کی یاد دلانا ہے، جس کے لئے سب تعریفیں ہیں اور سب حمدیں ہیں۔

اب ذرا تھوڑا سا حمد اور شکر اور مدح کا فرق بیان کرلیں۔ حمد یہ ہے کہ کوئی از خود اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ اللہ رحیم ہے وہ رحمت کرے یا نہ کرے اور شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امتیازی خوبی کو اختیار کرکے آپ کو کچھ نعمت دے تو اس کے اظہار کے لئے شکر کرتے ہیں، اور مدح جو ہے وہ خوبی بیان کرنا ہے۔

تعریف کے لائق ذات ہی وہی ہے تو ہم بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جب ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

حمد کی دوسری تحریک اس وقت پیدا ہوتی ہے جب محمود کوئی نعمت عطا کر دیتا ہے تو اس کے اظہارِ شکر کے لئے ہم حمد کرتے ہیں۔ اور جب کبھی نعمت ہم پر آتی نہیں، لیکن ہم اس کی طمع رکھتے ہیں۔ تو اس طمع رحمت کو ہم استعمال کرتے ہیں کہ رب کریم تو بڑا کریم ہے، تو رحیم ہے تو ہم پر رحم فرمادے۔ اس کے علاوہ کبھی حمد کی تحریک اس وقت ہوتی ہے، جب

Marfat.com

دل میں اس کے خوف وجلالت کا تصور آتا ہے تو اس کے غیظ و غضب سے بچنے کے لئے اس کی حمد کرتے ہیں۔

تو اس پوری آیت یعنی الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدّین ہ میں چاروں مختلف تحریکیں بیان ہوگئی ہیں۔ تعریف ہم اس لئے کرتے ہیں رب کی کہ وہ تعریف کے لائق ہے۔ سب کچھ اسی نے بنایا ہے۔ سب کچھ اسی کا نُور وظہور ہے۔ حمد اس لئے کرتے ہیں کہ وہ رب العالمین ہے، ہمیں نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ حمد اس لئے کرتے ہیں کہ وہ رب العالمین ہے۔ اور ہم رحمت کے طالب اور وہ الرحمٰن الرحیم ہے اور حمد اس لئے کرتے ہیں کہ وہ بادشاہ ہے دین کے دن کا یعنی ملک یوم الدّین ہ ہے۔ اس دن' اس کے خوف وجلالت کے تصور کے ساتھ اس کی حمد وثنا کرتے ہیں تاکہ اس دن وہ مہربان ہو۔ وہ ہمارا بادشاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سورہ حمد، سورہ فاتحہ، اُمّ القرآن اور سُورہ دُعا وسورہ مناجات سکھائی اور بتایا کہ ہمیں حمد اس لئے بھی کرنی چاہیئے کہ وہ اللہ ہے (The only God) ہے۔ اللہ کا مطلب ہے الٰہ وہی ایک اللہ ہے، وہی ایک مالک ہے۔

Marfat.com

اور ہم جب حالتِ شکر میں ہوتے ہیں تو اس کی حمد کرتے ہیں اس لئے کہ وہ رب العالمین ہے اور ہم حالتِ رجا میں ہوتے ہیں حالتِ طمعِ رحمت میں ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ الرحمان الرحیم ہے۔ اور جب حالتِ خوف اور خشوع وخضوع میں ہوتے ہیں، حالتِ خشیت میں ہوتے ہیں تو بھی اس کی حمد کرتے ہیں اس لئے کہ وہ مالکِ یوم الدین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں سکھایا تو ہمیں بتایا کہ میری حمد اس لئے بھی کرو کہ میں سارے عالم کو پالنے والا ہوں، اس نظام کو چلانے والا ہوں۔ اور جو میری عبادت کرتے ہیں ان کو بھی رزق دیتا ہوں اور جو نہیں کرتے ان کو بھی دیتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ میری عادت ہے، ربوبیت میری عادت ہے میں ہر ایک کو پالتا ہوں، کسی کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ پتھر کے اندر کیڑا ہوتا ہے اس کو بھی رزق پہنچاتا ہوں۔

الرحمان الرحیم جو ہے، اب بات ربوبیت سے آگے بڑھی سب کو پالنے والا بھی ہے لیکن پھر سب کے ساتھ وہ مہربانی کا سلوک کرنے والا بھی ہے۔ اور کچھ سلوک اور رحمتیں اس کی ایسی ہیں کہ جو عام ہیں۔ جیسے میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں کہا تھا کہ وہ اس کی رحمانیت کا اظہار ہے۔ ہوا، پانی، رزق وہ ہر

Marfat.com

ایک کو دیتا ہے لیکن تقوی اور ایمان کسی کسی کو دیتا ہے۔ علم اور روحانیت کسی کسی کو دیتا ہے۔ بخشائش اور قربت کسی کسی کو ہی دیتا ہے۔ تو جو رحمتیں عام ہیں وہ رحمانیت سے جاری و ساری ہیں۔ اور جو رحمت برائے خاص ہے وہ اس کی رحیمی ہے۔

دوسری بات یہ کہ وہ رحمانیت دوسرے کو عطا نہیں کرتا لیکن رحیمی اس کی وہ صفت ہے جو وہ اپنے محبوبین کو عطا فرما دیتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رؤف ورحیم کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بانٹنے والے۔ وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمين ہ جیسا کہ میں نے کہا کہ حمدِ الٰہی، رضائے الٰہی کے لئے بھی، شکر گزاری کے لئے بھی، طمع رحمت کے لئے بھی اور اظہارِ خشیت کے لئے بھی ہے۔

اب بتا دیا کہ میری حمد و ثنا تم اظہارِ خشیت کے لئے بھی کیا کرو۔ اس لئے کہ میں الرحمان الرحیم کے علاوہ مالکِ یوم الدین بھی ہوں۔ وہ چھٹائی اور چنائی کا دن ہے، وہ مالک ہے بادشاہ ہے، اس کا اختیار کلی ہے۔ وہ مُلک یوم الدین نہیں ہے۔ مُلک تو خراج اور محصول کا پابند یا محتاج ہوتا ہے۔ بادشاہ اگر خراج یا محصول وصول نہ کرے تو اس کی بادشاہت چل نہیں سکتی ہے۔

Marfat.com

یہ مالک و مختار ہے یہ نہ ہمارے کسی عبادت کا محتاج ہے۔ نہ زکوٰۃ خیرات کا یا معاملات کا، کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، وہ مالک کُل ہے مُختار ہے۔ وتعزمن تشاء وتذل من تشاء...... من تشاءُ ہ اور جس کو چاہے بخش دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اس نے دنیا میں اپنی مخلوق کو یعنی انسانوں اور جنّوں کو اختیار دیا ہوا ہے۔ نہ ہم مکمل طور پر قدریہ فلسفے کو مانتے ہیں کہ انسان میں ساری قدرت موجود ہے، جو جی چاہے کرے، نہ ہم جبریہ مسلک کو مانتے ہیں، کہ انسان بالکل مجبور ہے۔ لہٰذا گناہ بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے، امر سے۔ اور ثواب بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا بالاختیار عطا فرمایا ہے، نیکی کا اختیار دیا ہے، راستے دکھا دیئے ہیں، اب آپ اس راستے پر چلیں یا گمراہ ہو جائیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے جان بوجھ کر بھاگتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے دیتا ہے۔ وہ مالک یوم الدین ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم حمد و ثناء کی حالت میں اپنے دلوں میں رب کا خوف پیدا کریں، اس لئے کہ الرحمان الرحیم سے اُمید پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ایمان

Marfat.com

امید اور خوف کے درمیان ہی ہے۔ اگر آپ نے آخرت کی فکر نہ کی اور سوچا کہ اللہ تعالیٰ تو رحمان و رحیم ہے، جو بھی چاہے گناہ کرتے رہو معافی تو مل ہی جائے گی، تو یہ تفریط ہے۔ اور اگر یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو مالک یوم الدین ہے، ہم تو دوست ہو نہیں سکتے۔ یہ دین تو بڑا مشکل ہے، لہٰذا جہنم میں تو جانا ہی جانا ہے، لہٰذا دنیا میں جتنا عیش کرنا ہے کر لیں۔ تو یہ افراط ہے۔

اہلِ یہود افراط کا شکار تھے تو ان کے لئے دین بڑا سخت تھا، کپڑا ناپاک ہو گیا تو جلا ڈالو، کاٹ ڈالو۔ بہت سی چیزیں ان پر حرام تھیں۔ فلاں دن شکار نہیں کر سکتے، کھیل بھی نہیں سکتے۔ اس طرح وہ گمراہ ہو گئے، خوف کا عالم ان پر اتنا طاری ہوا کہ انہوں نے ہار مان لی کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے ہو ہی نہیں سکتے، بس افراط میں لگ جاؤ، بالکل گمراہ ہو جاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمّت آئی تو تفریط میں پڑ گئی۔ ان کے ہاں اتنی آسانی تھی کہ شراب بھی حلال اور سؤر بھی حلال، تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے بڑی آسانیاں ہیں، ہم جتنے بھی گناہ کریں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاف کرا دیں گے اور اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پردہ

کر جانے کے بعد کوئی پادری معاف کر دے گا، معاف کیا تو ختم ہو گیا۔

ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے۔ ہمارے ہاں یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیع المذنبین ہیں لیکن "من ذاالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ" کس کی مجال ہے کہ اس کے اذن کے بغیر کسی کی شفاعت کرے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے لیکن انہوں نے دُنیا میں ہمیں بتا دیا کہ یہ عمل کرو گے تو سرخرو ہو جاؤ گے، یہ عمل کرو گے تو میری اُمت سے خارج ہو جاؤ گے۔ میں اپنی اُمت کا شفیع ہوں، اُمت سے خارج ہونے والوں کا شفیع نہیں ہوں۔

تو ہمیں رکھا گیا ہے خوف اور طمع کی حالتوں میں۔ طمع رحمتِ الٰہی کی ہے اور خوف خشیتِ الٰہی کا ہے، حمد رب کی ہے نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ راستہ وہ ہے جو انہوں نے دکھایا پھر انشاء اللہ تعالیٰ رب کی رحمت بھی ہو گی، رحمت اللعالمین کی شفاعت بھی ہو گی، مالک یوم الدین سے مغفرت بھی ہو گی۔

اب ہمیں وہ تمام باتیں سورۃ فاتحہ نے بتا دیں، جس کی وجہ

Marfat.com

سے حمد ہونی چاہیئے۔ رضائے الٰہی کے لئے، اظہارِ تشکّر کے لئے، طمعِ نعمت کے لئے اور خوفِ خدا کے لئے۔

اب دُعا شروع ہوئی ہے۔ اور اب ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت و فرمانبرداری کی طرف آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا شروع کرتے ہیں کہ ہمارا آپ کا رشتہ کیا ہے؟ ایاك نعبد وایاك نستعین ہ وہ رب کی ذات وصفات کی تمام تفسیریں جو ایک سو چار کتابوں میں تھیں اور جو کلام پاک میں تھیں۔ ان چار آیات میں سمو دی گئیں۔ رب اور بندے کے رشتے کے بارے میں تمام آیات جو آسمانی کتابوں میں تھیں اور جو اب کلام پاک میں ہیں وہ اس ایک آیت میں سمو دی گئیں ایاك نعبد وایاك نستعین ہ جب رب کے احسان کا اور شُکر کا احساس ہو گیا، جب اس کے الرحمان اور رحیم کی صفات کی طمع ہو گئی اور جب اس کے مالک یوم الدین کا خوف پیدا ہو گیا تو کیا چیزیں ہوئیں؟

دل میں رغبت پیدا ہوئی اس کی صفاتِ جمالیہ سے، صفاتِ عطائیہ سے اور دل میں خوف پیدا ہوا اس کی صفاتِ جبّاریہ سے۔ اس رغبت اور خوف نے مجبور کر دیا کہ آپ اس کی اطاعت کریں، اس کی عبادت کریں۔ آپ کو

Marfat.com

اپنی کمزوری، لاچاری اور اپنے دشمنوں کا بھی احساس ہوا جو اللہ کی راہ میں سدِّ راہ بنے ہوئے ہیں، اس راہ سے دُور بھگاتے ہیں۔ تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت بھی پیدا ہوتی ہے، اس کی طرف دل مجبور بھی ہوتا ہے اور پھر اس سے مدد بھی مانگتے ہیں کہ جو عوامل اور جو ہمارا ازلی دشمن ہمارا نفس اور شیطان اور اس کے کارندے جو دنیا میں ہمیں اور ہماری اپنی خواہشات اور عوامل جو تیرے راستے میں آنے سے روکتے ہیں۔ اے ربِ کریم ان پر غالب ہونے کی تو ہمیں استطاعت پیدا کر اور ہماری مدد کر۔ اياك نعبد واياك نستعين ٥

تو مقامِ بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور مقامِ رضا کا تقاضا یہ ہے کہ خاموشی سے صبر کرو۔ تو جب اياك نعبد کی بات ہوئی تو پھر اياك نستعين ٥ بھی ساتھ ساتھ آیا۔ اس لئے کہ اياك نعبد ہمیں مقامِ بندگی پر لے جاتا ہے۔ جب مقامِ بندگی میں لے جاتا ہے تو ہر چیز میں اعانتِ الٰہی ہم مانگتے ہیں۔ پیاس لگی ہو تو کہتے ہیں یا اللہ! کہیں سے پانی پلا دے۔ جُوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا تو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ! کوئی سبب کر دے کہ میں جُوتا

باندھ لوں، اگر کھلا رہے گا تو کیڑے مکوڑے نہ گھس جائیں، کانٹے نہ گھس جائیں لیکن جب مقامِ رضا آتا ہے تو وہ جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہرانے کے لئے مقابلے میں آئے تھے۔ جب فرعون نے کہا کہ تم نے بغیر اجازت کے موسیٰ کے رب کے سامنے سجدہ کر دیا۔ میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ دوں گا اور تم کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

انہوں نے جواب دیا: "افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر باالعباد ہ"

یعنی میں نے تو اپنے سب کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیئے، وہ بندے کی حالت دیکھ رہا ہے، اگر وہ چاہے گا تو تم سولی پر بھی چڑھاؤ گے، ہاتھ پیر بھی کاٹو گے، نہیں چاہے گا تو غرق بھی ہو جاؤ گے۔ لیکن غرق وہاں ہو گے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر نہیں ہو گا۔

فرعون کے محل میں دروازوں پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ٥ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے تخت پر اس اس کو عذاب میں نہیں ڈالا۔ نمرود کو اسی کے محل میں ہلاک کیا، اس لئے کہ وہ باغی تھا۔ اور اس کے ہاں اللہ تعالیٰ کی کہیں رحمانیت اور رحیمی کا ذکر نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ

Marfat.com

فرعون اس جگہ ہلاک ہو جہاں اللہ، رحمان و رحیم لکھا ہوا ہے۔ جب وہ محل سے نکلا اور دریا میں گیا تو غرق ہو گیا۔

تو یہ عرض کرنا تھا کہ مقامِ بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اسی کی عبادت کریں اور ہر معاملے میں اس سے مدد مانگیں۔ مقامِ رضا کا تقاضا یہ ہے کہ صبر اور شکر کریں۔ اپنے حال پر ایمان رکھیں کہ میرا رب دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ مجھے اسی حال میں چاہتا ہے تو میں اس حال میں بہتر ہوں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس وقت کہا جب آپ آگ میں ڈالے جا رہے تھے کہ آپ حکم دیں تو کوئی مدد کریں۔ آپ نے فرمایا میرا رب تو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح انہوں نے حالتِ رضا کو پسند فرمایا اور رب اپنے خلیل سے راضی ہوا اور کہا: قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم ۔ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا۔ تو ایاك نعبد وایاك نستعین ۵ یہ وہ آیت ہے جو بندے کو بندگی میں اور مقامِ دعا میں بھیجتی ہے۔

دوسری دعا کیا ہے؟

اھدنا الصراط المستقیم ۵ ہدایت دے، دکھا دے مجھے سیدھا راستہ۔ اس میں دو لفظ جو ہیں وہ بہت ہی

Marfat.com

اہم ہیں۔ ایک ہدایت اور ایک استقامت۔ یعنی ہمیں وہ راستہ اختیار کرنا ہے جس میں استقامت بالدین ہو۔ اور وہ راستہ اللہ ہی دکھا سکتا ہے۔ تو ان ھدی اللہ ھوالھدیٰ۔ ہدایت ہے ہی وہی جو اللہ کی طرف سے ہو۔ تو ہدایت صرف اللہ کی طرف سے آتی ہے اور ہدایت انسان کے شعور کی معراج ہے۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس میں ایک شعور پیدا ہوتا ہے۔ جس کو کہتے ہیں جبلّت۔

بچّہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی اپنی غذا تلاش کرتا ہے اور بغیر کسی کے بتائے ہوئے خود بخود اس کے ہونٹ پہنچ جاتے ہیں وہاں جہاں اس کی غذا ہے اور اس کو پتہ لگ جاتا ہے، یہاں کسی طریقے سے کوئی غذا میرے پیٹ میں جا سکتی ہے۔ یہ اس کی جبلّت ہے۔ یہ شعور کا پہلا درجہ ہے۔

پھر جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اس کے احساسات جاگتے ہیں۔ اس کی قوّتِ شامّہ یعنی سُونگھنے کی قوت بیدار ہوتی ہے۔ خوشبو اسے اچھی لگتی ہے اور بدبو بُری لگتی ہے۔ اس کی قوتِ بصارت، یعنی وہ دیکھتا ہے روشنی کو، اندھیرے کو نہیں دیکھ پاتا۔ پھر قوتِ سماعت۔ تو یہ سارے اس کے حواسِ خمسہ جاگتے ہیں، یہ شعور کا دوسرا درجہ ہے۔

Marfat.com

تو پہلے اپنی جبلّت سے فیصلے کرتا ہے۔ پھر تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے تو اس کو گرمیوں میں گرمی بُری لگتی ہے، جاڑے میں گرمی اچھی لگتی ہے۔ جاڑے میں وہ حرارت کی طرف جاتا ہے گرمی میں ٹھنڈک برودت کی طرف جاتا ہے۔ اس کی حس، حرارت کو گرمی اور ٹھنڈک کو، خوشبو اور بدبو کو، اندھیروں اور اُجالوں کو، خاموشی اور آواز کو، اور ہونے اور نہ ہونے کو ہر چیز کو محسوس کرتی ہے اور اس کی مدد سے وہ فیصلے کرتا ہے۔ اگر اس کی ناک بند ہو جائے تو غلاظت میں اس کے ہاتھ پیر بھی بھر جائیں تو اس کو پتہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ابھی اس کو علم حاصل نہیں ہوا۔

تو جب وہ بڑا ہوتا ہے تو جبلّت کے علاوہ اپنے حواسِ خمسہ سے مدد لیتا ہے۔ پھر وہ پڑھنا لکھنا شروع کرتا ہے۔ علم حاصل کرتا ہے۔ علم کیا ہے؟ گذشتہ صدیوں کے واقعات سے جو اصول مرتب کئے گئے ہیں، ان اصولوں کا مطلب علم ہے۔ یعنی تجرباب سے جو سبق سیکھے گئے ہیں اسی کا نام علم ہے۔ اسی کا نام سائنس ہے۔

ایک تجربہ یہ ہے کہ آگ میں اُنگلی ڈالو گے تو انگلی جل جائے گی۔ جس طرح کہتے ہیں کہ کوئی چیز (Boiling Point) پر ہو تو

Marfat.com

اس میں ہاتھ نہ ڈالیں یا پانی بلو فریزنگ پوائنٹ پر ہو تو اس میں ہاتھ نہ ڈالیں کہ وہ فروسٹ بائٹ ہو جائے گا۔ تو اس طرح سے گزشتہ صدیوں کے تجربات کو اصول میں تبدیل کر کے ان اصولوں کے مجموعوں کو علم کہتے ہیں۔ وہ انسان پھر علم حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے شعور کے تیسرے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ یعنی اپنے علم سے اپنی عقل سے وہ گذشتہ تجربات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

لیکن یہ تینوں چیزیں صحیح راستے پر صحیح فیصلے کرنے کے لئے کافی نہیں۔ صحیح فیصلہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہو۔ شعور کی معراج حاصل ہو جائے کہ غلط کام آپ سے نہ ہو اور صحیح کام کی طرف آپ دوڑیں۔ اور شعور کی معراج حاصل ہوتی ہے اللہ کی دین سے۔

شیطان کو ہدایت نہیں تھی۔ اس وجہ سے اس نے اپنے علم پر اکتفا کیا جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہا تو اس نے علم پر بھروسہ کیا۔ اس نے کہا یہ تو مٹی سے بنا ہے۔ مٹی تو پستی ہے۔

Marfat.com

سورۂ فاتحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

جیساکہ میں نے عرض کیا تھا کہ سورۂ فاتحہ کو فاتحہ الکتاب بھی کہتے ہیں اور اُمّ القرآن بھی کہتے ہیں۔ اس کے اٹھارہ انیس نام ہیں، جن کی تفصیل میں نے بیان کردی تھی۔

اس کو اُمّ الکتاب اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سو سے زیادہ الہامی کتابوں کو اللہ تعالیٰ نے زبور، توریت و انجیل میں سمویا۔ پھر ان تینوں کتابوں کو کلام پاک میں سمویا اور پھر اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کے تمام مضامین کو سورہ فاتحہ میں سمو دیا ہے۔ اور میں نے مثال بھی دی تھی کہ جس طرح درخت کے بیج میں تمام عناصر ہوتے ہیں۔ اس کے اندر پتی بھی، ٹہنی بھی اور تنا بھی ہوتا ہے اور جڑ بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح سے سورۂ فاتحہ میں کلامِ پاک کے تمام عناصر ہیں۔ اگر سارا قرآن ایک بہت بڑا درخت ہے جس میں رنگ برنگے پھول ہیں، پتیاں ہیں، شاخیں ہیں،

Marfat.com

ٹہنیاں ہیں۔ اور ہر پتّے پر ایک نیا مضمون ہے، تو اسی طریقے سے سورۂ فاتحہ میں اس کی تمام خصوصیات شامل ہیں۔

رُوحانی طور پر سورۂ فاتحہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ ظاہری امراض سے شفا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں دی ہے، لیکن اس میں جو ساتوں آیات ہیں یہ دوزخ کے سات طبقات کے قفل ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ خوشخبری دی تھی کہ جب تک سورہ فاتحہ نازل نہیں ہوئی تھی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کے متعلق وہ متفکر تھے، تو جب یہ سورۂ نازل ہوئی، جو کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں میں نازل ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اب آپ کی اُمّت محفوظ ہو گئی۔ اس لئے کہ یہ سات آیات جہنم کا قفل ہیں۔ یہ بھی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتوں نے یہ بشارت دی کہ آپ کو دو نُور ایسے ملے ہیں جو کسی نبی کو نہیں ملے۔ ایک سُورۂ فاتحہ اور ایک سُورۂ بقرہ کا آخری رکوع۔

اس سورۂ فاتحہ میں اللہ، بندے، انسان اور فرشتوں کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ بتائی گئی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے۔ اس لئے وہ ہر حمد و ثناء

Marfat.com

اور یاد کا مستحق ہے۔ اس کی حمد و ثنا ہم پر اس لئے لازم ہے کہ وہ ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے خاکی پتلے میں رُوح پھُونکی گئی تو انہیں چھینک آئی اور انہوں نے کہا ''الحمد للہ!''۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہماری پرورش کرنے والا ہے اور پرورش کرنے والے کا شکر لازم ہے۔

دوسرا پہلو اللہ نے بندگی کا بتایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا پالنے والا ہے، سارے عالم کا پالنے والا ہے، اس وجہ سے بھی اس کی حمد و ثنا، اس کا ذکر اور شکر تم پر لازم ہے۔ تو ہمارا اللہ تعالیٰ سے جو رشتہ ہے اس کا تیسرا پہلو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے، ستاری فرماتا ہے۔ وہ رحمان ہے اور ہماری بہت ساری ضروریات ہمیں اور ہر ایک کو عطا فرماتا رہتا ہے۔ یہ اس کی رحمانیت ہے، اس وجہ سے بھی اس کا شکر اور اس کی طمع کی خواہش کا رکھنا ضروری ہے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ جب ہمارے گناہوں کی ستاری فرماتا ہے، تو اس کے ساتھ ساتھ مغفرت بھی فرماتا ہے، اس وجہ سے بھی اس کا شکر ہم پر لازم ہے۔ اس کا ذکر اور عبادت لازم ہے۔ تو ہم رضائے الٰہی کے لئے اس کی حمد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ

Marfat.com

ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ ہم اس کی ربوبیت کے شکر کے لئے، اُس کی رحمت کی طمع کے لئے اُس کی حمد و ثنا کرتے ہیں پھر یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ مالکِ یوم الدین ہے۔ تو اس کی جلالت کا خوف بھی رکھتے ہیں۔ جس طرح سے ایک کسان اناج پیدا کرتا ہے، پانی ڈالتا ہے، کھاد ڈالتا ہے۔ اسی کھیت میں سے بھوسہ نکلتا ہے اور دانہ بھی نکلتا ہے۔ دانہ اور بھوسہ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ پھر دونوں کی پرورش ہو رہی ہوتی ہے دونوں اپنا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک وہ دن آتا ہے، جب فصل کٹتی ہے اور پھر کسان بھوسے کو دانے سے الگ کرتا ہے۔ اسی طرح سے ہمارے اعمال کا ایک دن آئے گا، جس دن ہمارے اعمال کی فصل کٹے گی، اس دن بھوسہ اور دانہ الگ الگ ہو گا۔

وہ اعمال جن سے فائدہ پہنچتا ہے الگ ہوں گے اور جو بے فائدہ اور کم تر اعمال ہیں وہ الگ ہوں گے۔ اور اس کے حساب سے قیمتیں ادا کی جائیں گی، اس دن کا مالک کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ بھی ہمیں سمجھایا گیا کہ اس کے خوف جلالت کو بھی اور اللہ تعالیٰ کو بھی یاد رکھیں، مقصد یہ ہے کہ انسان کو تعلیم دی جائے

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا پالنے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہی تم پر مہربانیاں کر کے وہ نعمتیں تم کو دینے والا ہے جو کہ بغیر رحمانیت کے تم کو مل نہیں سکتی تھیں وہی تمہارے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے، وہی تمہارے گناہوں کی مغفرت کرتا ہے۔ اور وہی اُسی یوم الدین کا مالک ہے۔ وہ ملک نہیں ہے، بادشاہ نہیں ہے۔ بادشاہ تو بعض دفعہ رعایا کی مدد فرماتا ہے۔ بادشاہ صرف ہٹے کٹوں کو ملازم رکھتا ہے۔ اور ان کو تنخواہیں دیتا ہے۔ بیماروں کی پرواہ نہیں کرتا۔ بادشاہ تو صرف وفاداروں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور بے وفاؤں کو دھتکارتا بلکہ سزا دیتا ہے، لیکن رب ہر ایک کو پالتا ہے۔ ہر ایک کو رکھتا ہے۔ ہاں جو یوم الدین کا دن ہوگا، جس دن فیصلہ ہوگا کہ کیسے اعمال ہوئے تو اس دن وہ اچھے اعمال کی جزا دے گا اور جو اچھے اعمال کے سزاوار ہیں ان کو انعام ملے گا، جو بُرے اعمال کے سزاوار ہیں اُن کو سزا ملے گی۔

اب جب اللہ تعالیٰ سے ان تمام رشتوں کا ذکر ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا، ربوبیت کا، اس کی رحیمی اور غفاری کا اور اس کے مالکِ یوم الدین کا۔ تو پھر وہ انسان کو سکھاتا ہے کہ جب تمہارا یہ رشتہ ہے رب سے تو تمہارے لئے فطری عمل

Marfat.com

ہے کہ تم پر جو اس نے فضل و کرم کیا ہے اس کے بدلے اس کی اطاعت کی طرف راغب ہو جاؤ۔ اور یہ احساس کرتے ہیں کہ ہم اس کے احسان، شکر کے طور پر بھی مانتے ہیں اور خوف سے مجبور ہو کر بھی۔ ہمارا رشتہ اللہ تعالیٰ سے طمع اور خوف کا ہے۔ ہم اس کی رحمت کی طمع کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس رشتے کی وجہ سے ہم اس کی اطاعت پر مجبور ہیں۔

مقام بندگی یہ ہے کہ ہر چیز میں ہم اللہ سے مدد مانگیں، ہم کہتے ہیں (اللہ) ایاك نعبد وایاك نستعین ۝ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ مدد کیوں مانگتے ہیں؟ اس لئے مانگتے ہیں کہ مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی طرف جو راستہ جاتا ہے وہ انتہائی خطرناک اور دشوار گزار ہے۔ اس میں شیطان بھی ہے اس میں نفس بھی ہے، اس میں دُنیا کے دشمن بھی ہیں۔ باطنی دشمن بھی ہیں اور ظاہری دشمن بھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور استعانت کی ضرورت ہے۔ ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور مدد کے بعد ہم اس سے ہدایت مانگتے ہیں۔ ہدایت کیا ہے؟

جیسا میں نے عرض کیا کہ اھدنا الصراط المستقیم ہم تجھ سے ہدایت مانگتے ہیں۔ راستہ دکھانا اور منزل تک پہنچانا

Marfat.com

اور یہ جو اللہ تعالیٰ کے محبوبین کرتے ہیں۔ ہدایت وہی ہے قل ان ھدی اللہ ھوالھدیٰ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت صحیح ہدایت ہے، ہدایت پر عبادت کو قائم رکھنا ہے۔ ہدایت انسانی شعور کی معراج ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی جبلّت عطا فرمائی، اس کو عقل عطا فرمائی، اس کو حواسِ خمسہ عطا فرمائے۔

لیکن حواسِ خمسہ اور دلائل کافی نہیں ہیں انسان کے صحیح فیصلے کے لئے اگر یہ کافی ہوتے تو ابلیس مردُود نہ ہوتا اس لئے جب اللہ نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سجدہ کر لیتا، اس کا فیصلہ صحیح ہوتا۔ لیکن چونکہ اسے ہدایت نہیں تھی اس وجہ سے وہ لغزش کر گیا اور نافرمانی کی۔

اور جب صراطِ مستقیم کی بات ہوتی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ سیدھا راستہ بتا، ہمیں ہدایت پر قائم رکھ۔ یہ صراطِ مستقیم کیا ہے؟ یہ میانہ روی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وجعلناکم ہم نے تمہیں وہ اُمّت بنایا ہے جو میانہ روی پر چلتی ہے، تو دین کے معاملے میں میانہ روی پر چلتے ہوئے اللہ تک پہنچنے کا نام صراطِ مستقیم ہے۔ صراطِ مستقیم میں دونوں عناصر ہیں۔ یہ راستہ سیدھا اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے دوسرا

Marfat.com

اس راستے پر استقامت اس کو مستقل قائم رکھتا ہے۔ مخالفین یہ کہیں گے کہ جب آپ نے کلمہ پڑھ لیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نماز میں کھڑے ہو گئے حمد و ثنا کرلی، تو پھر آپ ہدایت کس چیز کی مانگ رہے ہیں؟

اے عزیزان محترم!

ہدایت کے تو بہت سے درجے ہیں۔ ہدایت کی تو ہر وقت ضرورت پڑتی ہے۔ ہدایت کی ضرورت تو ابلیس کو بھی تھی، جو معلم الملکوت تھا۔ کافر کے لئے ہدایت یہ ہے کہ وہ کفر کو چھوڑ دے اور ایمان لے آئے۔ اور جو ایمان لے آئے تو مومنین کی ہدایت یہ ہے کہ وہ تقویٰ کرے اور متقی کی ہدایت یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ سارے غیر اللہ کو چھوڑ دے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوبین اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین، جو انبیاء کے وارث ہیں، ان کی ہدایت یہ ہے کہ وہ معصومیت پر قائم رہیں اور معصیت سے بھاگیں۔

انبیاء کی ہدایت یہ ہے کہ وہ کام کریں جس سے اللہ راضی ہو۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت ہے۔ آپ نے دیکھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو ان کو ذبح کرنے کے لئے تیار

ہو گئے ۔ انہوں نے ایک سیکنڈ نہیں سوچا یہ میری اولاد ہے ۔
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے ایک سیکنڈ نہیں سوچا کہ میں اس آگ سے بھاگ جاؤں ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی ان سے کہا کہ آپ فرمائیں تو ہم آپ کی مدد کریں ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو میرا رب کافی ہے جو میرے حال کو دیکھ رہا ہے۔ تو آپ رب ہی سے کچھ فرما دیجئے، تو آپ نے فرمایا کہ رب تو میرے حال کو جانتا ہے ۔

تو ہدایت کی ہر شخص کو ضرورت ہے ۔ ہدایت روشنی ہے، تعلیم ہے شعور ہے، جس کی ہر شخص کو ضرورت ہے ۔

اس میں صیغہ جمع کا ہے ۔ یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ میں آپ کی عبادت کرتا ہوں اور میری مدد فرمائیں ۔ بلکہ کہتے ہیں ہم سب مل کر آپ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم سب مل کر آپ سے مدد مانگتے ہیں اور ہم سب کو آپ صراطِ مستقیم پر چلائیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا کہ ہم دُعا کریں تو سب کے لئے سارے لوگوں کے لئے یعنی دوسروں کے لئے بھی دُعا کریں ۔ فرمایا گیا ہے دُعا وہی قبول ہوتی ہے جو پاک زبان سے مانگی جائے ۔ صحابہ کرام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو گنہگاروں کی دُعا قبول نہیں ہو گی ۔ تو

آپ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کے لئے دُعا کرو گے تو قبول ہوگی۔ میرے گناہ جو ہیں وہ میری زبان کو ناپاک کرتے ہیں۔ دوسروں کے لئے تو ناپاک نہیں کرتے۔ دوسروں کے لئے تو دُعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کی جاسکتی ہے۔ اس لئے ہمیں سورہ فاتحہ میں سکھایا گیا ہے کہ ہم دُعا سب کے لئے کریں۔ اور دُعا وسیلے کے ساتھ کیا کریں۔ کہ پہلے عبادت کریں پھر وسیلہ ڈھونڈیں پھر مدد مانگیں۔ پھر جب مدد مانگی تو پھر صراطِ مُستقیم مانگیں، استقامت مانگیں۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا اھدنا الصراط المستقیم سے پہلے جو شروع کی تین آیات ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے پانچ نام ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائے ہیں۔ یعنی اللہ، رب، رحمان، رحیم، مالک۔ الحمد للہ رب العالمین ٥ الرحمٰن الرحیم ٥ ملٰك یوم الدین ٥ تو اللہ کا نام اس بات کی دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا، اس نے ہمیں پالا ہے اور ہماری پرورش کی ہے۔

رحمٰن اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ اس نے ہماری ستاری کی ہے اور رحیم اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ اس نے توبہ پر ہمیں معافی عطا فرمائی اور مالک اس بات کی دلالت کرتا

Marfat.com

ہے کہ وہ مالک و مختار ہے، جب چاہے ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائے۔ یہ تینوں آیات ہمیں سکھاتی ہیں کہ ماضی میں بھی حال میں بھی اور مستقبل میں بھی ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ ماضی میں اس لئے کہ ہم خلّاقی میں اس کے محتاج تھے۔ اگر اس نے ہمیں پیدا نہ کیا ہوتا تو ہم اس دنیا میں آتے ہی نہیں، پرورش نہ کی ہوتی تو ہم بڑے ہوتے ہی نہیں۔ حال میں اگر اس کا رحم ہم پر نہ ہو، اس کی رحمانیت، اس کی ربوبیت، اس کی رحیمی ہمارا سرمایۂ حیات نہ بنے تو ہم ایک سیکنڈ بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اسی طرح مستقبل میں بھی ہم اس مالک یوم الدین کے محتاج ہیں۔ یہ ہم فرسٹ پرسن میں اللہ سے بات کر رہے ہیں۔

ایاک نعبد اے اللہ تعالیٰ ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں۔ تو اس میں ہمیں یہ بھی سکھایا گیا کہ جب تم نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اسے پکارو، تو اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانو۔ یہ لوگ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں کہ جی یہ اہلِ طریقت جو ہیں، یہ اہل سُنّت و جماعت جو ہیں، یہ مشرک ہیں۔ یہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو کہ وفات پا چکے ہیں، حاضر و ناظر جانتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے کہا ہوا ہے کہ تم ان کو حاضر و ناظر جانو، ان کو فرسٹ

پرسن میں پکارو۔

جب کھڑے ہوکر قیام کرو تو مجھے کہو کہ : ایاك نعبد وایاك نستعین ٥ اور جب بیٹھ جاؤ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر و ناظر جانو۔ اور کہو کہ السلام علیك ایھا النبیؐ۔ اگر وہ حاضر و ناظر نہیں تو ہم نماز کی حالت میں کس کو سلام کر رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ہم کو پکارو۔ ہم کہتے ہیں کہ یارسُول اللہ تو لوگ کہتے ہیں یارسول اللہ کہنا شرک ہوگیا۔ یہ تو اللہ کا حکم ہے کہ ہر نماز میں کہو یاایھا النبی اور نماز تو خالصتاً اللہ کے لئے ہے نا۔ لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ لازم کر دیا کہ نماز ہو ہی نہیں سکتی جس میں التحیات نہ پڑھیں۔ کیونکہ اس میں ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف مخاطب ہیں کہ

السلامُ علیك ایھا النبی۔

اصل میں عبادت کیا ہے؟ اظہارِ عجز ہے اور ہم اپنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے۔ اپنا مالک اور مختار اپنا خالق اپنا رب صرف اللہ رب العزت کو جانتے ہیں، لیکن اپنی دُعاؤں کا وسیلہ استقامت باالدین کا وسیلہ اور صراط مستقیم

کا وسیلہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے غلاموں کو جانتے ہیں۔ جس کی انسان اطاعت کرے اسے اپنا خالق جانے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

اب رُوحِ عبادت کیا ہے؟ رُوحِ عبادت یہ ہے کہ اپنے اندر عجز پیدا کرنا اور جب عجز پیدا ہوتا ہے تو انسان غرور کی حالت سے نکل کر سُرور کی حالت میں آجاتا ہے۔ کیف و مستی کی حالت میں آجاتا ہے۔ اور ظلمات سے نکل کر نُور اور مشاہدۂ حق کی حالت میں آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا
وسبحوہ بکرۃ واصیلاۃ ھوالذی... النورؕ
میرا ذکر کثرت سے کیا کرو، صبح و شام مجھے یاد کیا کرو، میری عبادت کیا کرو۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥

سورۂ فاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ سمندر سے پانی کی چادر بنا کر اوپر اٹھاتا ہے اور اس کو ایک جگہ سے لے جا کر وہاں پہنچاتا ہے جہاں پر پانی کی ضرورت ہے۔

وہ ہستی کون ہے جو بیج، جو انتہائی سخت چھلکے کے اندر بندھے جسے ہمارے اور آپ کے دانت بھی آسانی سے نہیں توڑ سکتے، اس کو مٹی میں جب دبا دیتے ہیں تو اس سخت چھلکے کے اندر سے ایک نرم و نازک کونپل سی نکلتی ہے جو آخر کار درخت بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ غور کرو، ذرا تدبر اور فکر کرو میری قدرت پر۔ میں تو بھوسے اور دانے کو الگ کرنے والا ہوں۔

Marfat.com

میں تو بیجوں کو کھولنے والا ہوں، اس سے درخت پیدا کرنے والا ہوں۔ میں تو ایک دانے سے پودا اور درخت بناتا ہوں۔ اس میں سے پھول نکالتا ہوں، اس میں سے پھل اور اناج پیدا کرتا ہوں، پھر اس کو خشک کرتا ہوں، پھر بیج پیدا کرتا ہوں۔ اس طرح سے نظام چلاتا ہوں۔

میں نے تو تمہیں دنیا کی اتنی نعمتیں دی ہیں۔ دو دریاؤں کو اس طرح سے ملاتا ہوں کہ وہ دونوں صاف نظر آتے ہیں، دونوں جب ملتے ہیں تو دونوں کا پانی الگ الگ نظر آتا ہے۔ کون کرتا ہے یہ سب کچھ؟ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے تم غور کرو۔ میری کن کن نعمتوں کو تم جھٹلاؤ گے۔ عبادت کیا ہے؟ عبادت اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی کو پیش کرنا، اپنی غلامی کو پیش کرنا، اس کو اپنا ماسٹر سمجھنا، اپنا مالک سمجھنا کہ میری جو بھی طاقت ہے وہ سب آپ کی دی ہوئی ہے۔ میرے جو بھی عمل ہیں وہ سب آپ تک جائیں گے۔ آپ نے ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ آپ ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھیں تاکہ جب وہ دن آئے تو میرے اچھے اعمال میرے ساتھ ہوں۔ اس دنیا میں اپنے وقت کو ضائع نہ کروں۔ دنیا میں رہوں، دُنیا کی

Marfat.com

تمام چیزوں سے فائدہ اُٹھاؤں لیکن ہر وقت جب بھی کوئی فائدہ اٹھاؤں دنیا سے تو یہی سمجھوں کہ یہ میرے رب کی طرف سے ہے، میرے مالک کی طرف سے ہے، میرے ماسٹر کی طرف سے ہے۔

عبادت کی پہچان دو طریقوں سے ہے۔ اپنی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں، اس سے آپ کے اندر جو بغاوت ہے، جو غرور ہے وہ آپ کے وجود سے نکلتا ہے۔ اور اس میں ایک سُرور آتا ہے، انسان تاریکیوں سے نکل جاتا ہے۔ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے نُور کی روشنی ملی۔ ہر چیز کو اس کی قدرت میں دیکھتا ہے۔ جس کے پاس ایمان نہیں ہوگا، وہ ہر عمل کو اپنی ذات سے منسوب کرے گا، کہ میں نے یہ کام کر دیا، میں نے یہ سلطنت فتح کر لی، میں نے یہ ایجاد کر لی۔ اور جب ایمان آجائے گا، تو ہر کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب کرے گا۔

دو بچے ایک ہی ساتھ پیدا ہوتے ہیں، ان میں سے ایک بہت ہی ذہین ہوتا ہے اور دنیا میں بہت ترقی کرتا ہے اور ایک ذہنی طور پر پسماندہ۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ ایک کو اللہ تعالیٰ نے عقل زیادہ دی ہوئی ہے ایک کو کم دی ہوئی ہے۔ تو صلاحیت اور عمل جو

ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔
اللہ تعالیٰ کی عبادت انسان کے ہر دکھ کا علاج ہے۔
جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لوگ پریشان کرتے تھے تو آپ ان سے دُور ہو جاتے تھے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا بات بتائی؟ فرمایا؛

فسبح بحمد ربك فكن من الساجدين ۝

واعبد ربك يأتيك اليقين ۝

آپ اپنے رب کی پاکی بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے اپنا سر جھکائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ سب مشن اس حد تک لے جائیں کہ تمہارے دل میں یقین آ جائے۔

تو عبادت جو ہے اس کو اس حد تک لے جانا ہے۔ جس سے دل میں یقین ہو جائے کہ ہمارا معبود ہم سے راضی ہو گیا ہے۔

عبادت کی تکمیل اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے اور اس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ یوم خیبر پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر رکھ کر سو

گئے تھے، نماز کا وقت آ گیا، حضرت علی اُٹھے نہیں، سوچا اگر میں اٹھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند میں خلل آئے گا آپ کی آنکھ کھل جائے گی۔ انہوں نے سوچا کہ اللہ کو راضی کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی رہیں، وہ ان سے خوش رہیں۔ تو یہ ایک مثال تھی کہ جس سے پیارا راضی ہو جائے وہی عبادت ہے۔

عبادت میں اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا ہی اس کا مغز ہے، مفہوم ہے، وہی اس کا مقصد ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں ایاك نعبد وایاك نستعین ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ تو ہم اللہ تعالیٰ سے اس وسیلے کی بھیک مانگتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں وہ وسیلہ عطا فرما جو ہمیں آپ تک لے جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ:

وابتغوا الیہ الوسیلہ۔

اسی لئے ہر دعا میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ مانگنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضری کو بھی عبادت فرمایا ہے۔ ہماری عبادت کا مقصد کیا ہے؟ عبادت کا مقصد یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے اور ہمارے گناہوں کو خطاؤں کو معاف فرمادے۔ ہمیں اپنا انعام دے اور اپنا قرب عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں یہی فرمایا ہے:

کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو لوگ آپ کے پاس جائیں گے ان کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ ان کا جانا ان کے لئے عبادت ہوجائے گا۔ آپ کے پاس حاضری عین عبادت ہے۔ اس حاضری کے بدلے میں ان لوگوں کے گناہوں کو معاف فرمادوں گا۔

تو ہر دُعا میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اس لئے ضروری ہے کہ دُعا کی قبولیت ہو۔ اس ایاك نعبد وایاك نستعین ہ میں بھی یہی سبق دیا ہے کہ عبادت جو ہے وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کا وسیلہ ہے اور سب سے بڑا وسیلہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں عطا فرمایا ہے، وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اس لئے بزرگانِ دین ہر دُعا کے شروع اور آخر میں درود شریف پڑھتے ہیں تاکہ وہ دُعا قبول ہوجائے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مدد کیوں مانگتے ہیں؟

اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیضان کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔

Marfat.com

بعض عالم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کو وسیلہ نہ بناؤ، اللہ کے علاوہ کسی سے مدد نہ مانگو۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں دوسروں کی مدد مانگنے کے لئے خود سکھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر یہ کہا ہے کہ مدد مجھ سے مانگو، تو ہم مدد مانگتے ہیں کہ

اللھم ایاك نعبد و ایاك نستعین لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ کہ صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ پھر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ تم میری مدد کرو، تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ میری مدد یہ ہے کہ میرے دین کی مدد کرو۔

ان تنصراللہ ینصرکم۔ تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ تو کسی سے مدد مانگنا کفر اور شرک نہیں، اس لئے کہ مدد تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے مانگی۔ وہ ان کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن یہ صرف ہم پر ظاہر کرنے کے لئے کہ اللہ کے علاوہ کسی اللہ والے کی مدد مانگنا خلافِ شریعت نہیں ہے۔ اس میں کوئی کفر یا شرک نہیں ہوتا۔

جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ ہدایت انسانی شعور کی معراج ہے۔ دنیا میں صحیح فیصلوں کے لئے ضروری ہے کہ ہدایت

Marfat.com

بھی ہو۔ اور وہ ہدایت اللہ تعالیٰ سے آتی ہے۔ اور وہ ہدایت وہی ہے جو آپ کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھتی ہے۔ اور سیدھا راستہ کیا ہے؟ وہی سیدھا راستہ کہلاتا ہے جو کہ آپ کی منزل تک آپ کے مقصود تک، آپ کے مطلوب تک آپ کو جلد سے جلد پہنچا دے۔ جس راستے میں وقت ضائع ہو وہ صراطِ مستقیم نہیں ہے۔

اس لئے کہتے ہیں کہ ایمان رکھنے والے مرد اور عورتوں کے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہوتا، اس لئے کہ انہیں جلد سے جلد اللہ تک پہنچنا ہے، اللہ تعالیٰ کے کرم اور فیض کو حاصل کرنا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم ۵ اے رب! ہمیں تو سیدھا راستہ دکھا اور ہماری منزل پر پہنچا دے۔ سیدھے راستے میں ہمارے اعمال بھی شامل ہیں اور ہمارے عقیدے بھی شامل ہیں یعنی ہمارے عقیدے بھی صحیح ہوں اور ہمارے اعمال بھی صحیح ہوں۔ اور جب ایمان اور اعمال دونوں صحیح ہوں تو ہم اس پر قائم رہیں۔ صراطِ مستقیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعتقاد کو صحیح کرے، اور ہمارے اعمال کو صحیح کرے۔ اور ہمیں سیدھے راستے پر

Marfat.com

قائم رکھے۔

انسان اپنی خلق پر مجبور ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں پیدا نہ کرے تو ہم پیدا نہیں ہو سکتے۔ لیکن اپنے کسب میں مجبور نہیں ہے۔ جو کچھ حاصل کر سکتے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ نے خود مختار کیا ہے۔ مسلمانوں میں کچھ ایسے فرقے ہیں جو اپنے کو جبریہ کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان ہر کام میں مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیر لکھ دی ہے۔ ہر چیز میں مجبور ہے یعنی اگر نیکی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے، لہٰذا نیکی پر مجبور ہے۔ اور بدی اگر قسمت میں ہے تو بدی پر مجبور ہے، تو وہ کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہے۔ یہ بھی ایک غلط عقیدہ ہے۔ دوسرا قدریہ، کہ ہر چیز میں وہ خود مختار ہے۔ نہ انسان ہر چیز میں خود مختار ہے نہ ہر چیز میں مجبور ہے۔ انسان اپنی پیدائش میں مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تو ہم پیدا نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تو ہم بڑے نہ ہوتے، ہم زندہ نہ ہوتے۔ لیکن جب ہم زندہ ہیں تو دنیا میں جو کچھ کرتے ہیں اس کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس لئے کہ ہمیں اس کے کسب پر اختیار ہے۔

اس عقیدے کا جہاں تک سوال ہے اس میں مختلف عقیدے کے لوگ ہیں۔ مثلاً جو شیعہ حضرات ہیں وہ صحابہؓ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت نہیں رکھتے، دشمنی رکھتے ہیں۔ جو خارجی ہیں وہ اہلِ بیت سے عداوت رکھتے ہیں۔ لیکن جو اللہ کے بندے ہیں جو اہل سُنّت و جماعت ہیں جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام اور پیروکار ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں، اہلِ بیت کا احترام کرتے اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں۔

عقائد کے حساب سے صراطِ مستقیم پر رہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھیں اہلِ بیت سے محبت کریں، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کا احترام کریں۔

صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے ہم کیوں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں؟ اس لئے کہ اس راستے میں بہت سارے مشکل مقامات ہیں۔ مستقل اللہ کے ساتھ صبر اور شکر اور اس کی حمد و ثنا کا رشتہ قائم رکھنا ایک مشکل کام ہے۔ لیکن اللہ کے نیک بندے اس مشکل کام کو کر گزرتے ہیں۔ اور جب ان کو اپنے نفس پر قابو ہو جاتا ہے۔ جب ان تکلیفوں پر صبر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جب اس کی نعمتوں کے شکر کی صلاحیت پیدا

ہوتی ہے۔ جب اللہ کی قدرت پر اس کی حمد و ثنا کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے تو یہ سارے اعمال انسان کے فطری ہو جاتے ہیں اور جب یہ پیدا ہو جاتے ہیں تو پھر آپ سمجھیں کہ آپ صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ سیدھے راستے پر استقامت ہو گئی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کا چشتیہ سلسلے میں نام ہے۔ ایک بار آپ عراق سے پا پیادہ حج کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بدّو انہیں ملا، بدّو اپنے خچر پر سوار تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو کہا کہ کیا تمہاری موت تمہیں یہاں لے آئی ہے؛ اتنے بڑے ریگستان میں، اتنے لمبے سفر میں تم تن و تنہا بغیر کسی سواری کے آ گئے ہو؟"

آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سواریاں تو بہت ہیں لیکن تمہیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔ تم تو ایک خچر پر سوار ہو، میرے پاس تو بہت ساری سواریاں ہیں۔ اس نے کہا کون کون سی سواری تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا جب کوئی بلا، مصیبت اور پریشانی آتی ہے تو میں صبر کے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں تو مجھے اس بلا اور مصیبت کی تکلیف کا احساس

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ جب انسان اللہ کے راستے پر گامزن ہوجاتا ہے اور استقامت پکڑ لیتا ہے تو اللہ سے ایک مستقل رابطہ قائم ہوجاتا ہے، اس میں صبر کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔ صبر کی طاقت پیدا ہونے سے وہ ہر بلا اور ہر آفت کو برداشت کرسکتا ہے، اور مصیبت اس کو پامال نہیں کرتی۔ تو صبر کی طاقت بڑی طاقت ہے۔ فرمایا جب کوئی بلا اور مصیبت مجھ پر آتی ہے تو میں صبر کے گھوڑے پر سواری کرتا ہوں۔ اور جب کوئی نعمت اللہ کی آتی ہے تو میں شکر کے گھوڑے پر سواری کرتا ہوں۔

اس ریگستان میں آندھی طوفان، گرمی آئے گی تو میں صبر کروں گا اور میرا احساسِ تکلیف جب ٹھنڈے بادل بن کر سر پر آجائیں گے تو میں اللہ کا شکر ادا کروں گا۔ اور جب قضائے الٰہی آجائے گی، جب مجھے پتہ ہوگا کہ اس کام میں اللہ کی رضا ہے، جس طرح اللہ کی رضا تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کرتے تو اس قضائے الٰہی پر وہ راضی ہوگئے۔ یا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ پتہ چل گیا کہ نمرود کی آگ میں کودنے میں ہی اللہ کی رضا ہے تو وہ اس پر راضی ہوگئے۔ یا جس طرح حضرت

یونس علیہ السلام کو یہ پتہ چل گیا کہ مچھلی کے پیٹ میں جانے میں ہی اللہ کی رضا ہے تو اس میں چلے گئے۔ اور وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا میں لگے رہے اور اللہ کو پکارا:

لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ہ

یا جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام مشکل میں پڑے تو رضا پر قائم رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرعون نے ظلم کیا تو وہ اللہ کی رضا پر قائم رہے، وہ تبلیغ چھوڑ کر نہیں بھاگے۔ وہ تو اسی دربار میں پہنچ گئے تبلیغ کرنے کے لئے۔ تو جب اللہ کی قضا کا پتہ چل جائے کہ اللہ کی مرضی اسی میں ہے تو اس پر راضی رہنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ جب قضائے الٰہی کا احساس ہو جاتا ہے تو میں رضا کے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں۔ تو جب مجھے کہیں نفس بہکاتا ہے تو میں عمر کی بے اعتباری کے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں۔ پوچھا کہ کیا مطلب؟ تو فرمایا کہ جب مجھے شیطان بہکاتا ہے کہ یہ زنا کر لو یا اس نامحرم کو دیکھ لو، اس مال کو بدنیتی سے دیکھ لو تو فوراً میرے ذہن میں اپنی عمر کی بے اعتباری آجاتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی وقت میری روح قبض کر لی جائے اور قبل اس کے کہ میں اس گناہ کی معافی

Marfat.com

مانگ سکوں میں اس دنیا سے رخصت ہوکر معصیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور چلا جاؤں ۔ تو جب نفس مجھے کسی بُرے کام پر اُکساتا ہے تو اس وقت میں عمر کی بے اعتباری کے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں ۔ میری زندگی کا کیا اعتبار ۔ میں اس بھروسے پر کہ اگلے لمحے میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لوں گا، بُرائی اور نفس کے کہنے پر نہیں چلوں گا۔

انسان اگر صبر وشکر کرے، رضا پر راضی ہو اور نفس پر قابو پانے کی کوشش میں مستقل مزاجی کا اظہار کرے تو یہی عین صراطِ مستقیم ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔ آپ دین کے راستے پر قائم رہیں تو یہ سمجھیں کہ ہزار کرامتوں سے بہتر ہے ۔ وہ اس ولایت سے بہتر ہے جس ولایت میں نفس ہمیں تنگ کرے۔

اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت استقامت کے ساتھ کریں ۔ استقامت کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کے اور رب کے درمیان کوئی چیز پردہ بن کر رکاوٹ بن کر نہ آئے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں ۔

سوال یہ ہے کہ فتنہ کب بنتے ہیں ؛ فتنہ اس وقت

Marfat.com

بنتے ہیں جب آپ مال اور اولاد کو یہ اجازت دیتے ہیں کہ وہ آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو جائیں۔ بیٹا کہے کہ مجھے گاڑی چاہیئے، آپ جائیں، آپ کہیں سے بھی پیسے لائیں۔ تو آپ جا کر رشوت لے لیں گے۔ اس طرح اولاد کی محبت آپ کے اور رب کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو گئی۔ دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔ آپ اس طرف ظلم کے عالم میں ہیں اور اس طرف اللہ غضب کی حالت میں ہے۔ تو کبھی بھی، مال اور اولاد کو پردہ بننے کی اجازت نہ دیں۔

مال کے لالچ میں کہتے ہیں کہ کون ڈھائی فیصد زکوٰۃ دے۔ بڑی محنت سے کمایا ہے۔ اس سے تو میرا پچاس ہزار روپیہ چلا جائے گا، میرا نقصان ہو جائے گا۔ تو جب مال کی محبت اتنی ہو تو رکاوٹ پیدا ہو گی۔ ایمان تو یہ ہونا چاہیئے کہ یہ جو مال ہے یہ بھی اللہ کی مہربانی سے ہم کو ملا ہے۔ اور اس نے تو وعدہ کیا ہے کہ تم میری راہ میں خرچ کرو تو ایک کے بدلے دس ملیں گے۔ یا یہاں ملے گا یا وہاں ملے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥

Marfat.com

پارہ الٓمّٓ سورۂ بقرہ
آیت نمبر ۱ تا ۵ ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ

الٓمّٓ ۚ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۛ فِیۡہِ ۚۛ
ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ
وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۙ
وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَآ اُنۡزِلَ
مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ
اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنۡ رَّبِّھِمۡ ٭ وَاُولٰٓئِکَ
ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝

ترجمہ: (ا۔ل۔م) وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں، اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔

Marfat.com

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں۔ اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔ اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر، جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا۔ اور آخرت پر یقین رکھیں۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی مُراد کو پہنچنے والے۔

Marfat.com

عزیزانِ محترم! ہم نے پچھلی نشست میں سورہ فاتحہ کی تفسیر بیان کی تھی اور اس پر غور کیا تھا۔ اب ہم سورہ بقرہ شروع کرنے والے ہیں۔ سورہ بقرہ کا سورہ فاتحہ سے بہت ہی اہم سلسلہ مربوط ہے۔

سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خالقیہ، صفاتِ ربوبیت، صفاتِ عطائیہ اور صفاتِ ملکیہ و جبروتیہ (جس کا ذکر ہوا تھا) اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کا جو عہد تھا اور بندوں کی دعا جو اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے۔ صراطِ مستقیم کی۔ کہ وہ ہی ایک راستہ فوز و فلاح تک لے جاتا ہے۔ اس کا ذکر ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس راستہ کی درخواست کی گئی تھی جس راستہ پر چل کر لوگ سرخرو ہوئے ہیں اور ان سے رشد و ہدایت کی درخواست کی گئی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوئی ہیں۔

سورہ فاتحہ کو شافیہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں شفا ہے۔ لیکن جب مرض سے شفا ہو جائے تو پھر اس کے بعد بقیہ صحت مند زندگی کی فکر کرنی چاہیئے۔

اگر سورہ فاتحہ شفا ہے تو سورہ بقرہ حیات ہے، زندگی ہے کہ کس طرح سے ایک صحت مند زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ جس میں روح کی صحت بھی محفوظ ہو۔ اس کا نام سورہ بقرہ اس

Marfat.com

لئے رکھا گیا کہ اس میں گائے کا ذکر ہے۔ اس سورہ بقرہ کے ہر رکوع میں ذکرِ حیات ہے، ایمان ہے، اعمال ہیں، تقویٰ ہے، غذا ہے، مُردہ کو زندہ کرنا ہے، دینِ ابراہیمی کے متعلق تفاصیل ہیں۔ تبدیل قبلہ کا ذکر ہے، شراب اور جوئے کی ممانعت ہے، خانگی زندگی، نکاح اور طلاق، گویا یہ سورہ فاتحہ کی ایک تفصیل ہے اور یہ سورہ کلام پاک کی تلخیص ہے، اس کی (Summary) ہے۔

مثلاً سورہ فاتحہ میں اللہ کی ربوبیت اور رحیمی کا ذکر ہے۔ کہ کس طرح سے وہ اپنی مخلوق کی، اپنے بندوں کی پرورش فرماتا ہے۔ سورہ بقرہ میں یہی ذکر تفصیل کے ساتھ ہے کہ کس طریقہ سے اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے، کس طرح سے بارش ہوتی ہے۔ جہاں پانی کی افراط ہوتی ہے وہاں سے پانی کی چادر لاتا ہے اور جہاں پانی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں بارش برساتا ہے۔ کس طریقہ سے خشک زمین میں سے پودے نکلتے ہیں، کس طریقہ سے بیج میں سے پودے نکلتے ہیں، کس طرح سے وہ تناور ہوتے ہیں، کس طرح سے پتّیاں نکلتی ہیں، پھول نکلتے ہیں اور اس سے پھل نکلتے ہیں۔ جن سے ہمیں غذا ملتی ہے۔

کس طرح سے دریا میں مچھلیاں ہوتی ہیں اور کشتی تیر رہی ہوتی ہے۔ کس طرح سے تازہ گوشت پرندوں اور مچھلیوں کا،

Marfat.com

ہماری غذا بنتا ہے۔ باغبانی اور کاشتکاری کا ذکر ہے۔ من وسلویٰ کا ذکر ہے۔ مرنے کے بعد زندہ کرنے کا قصہ ہے۔ اور جس طرح سے سورہ فاتحہ میں "مالکِ یوم الدّین" کا ذکر ہے، تو سورہ بقرہ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ کس طرح سے وہ لوگ جو نیک اعمال کرتے ہیں، ایمان رکھتے ہیں، ان کو کس طرح سے اللہ تعالیٰ اپنے نعمتوں سے نوازے گا۔

اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، کفر کیا، شرک کیا، بغاوتیں کیں، ان کو کس طرح سے جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا، جلایا جائے گا۔

اسی طرح اگر سورہ فاتحہ میں کہا ہے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ تو سورہ بقرہ میں اس عبادت کی تفصیل دی گئی ہے کہ اس میں روزہ کا ذکر ہے، نماز کا ذکر ہے، حج کا ذکر ہے، زکوٰۃ کا ذکر ہے۔

اگر سورہ فاتحہ میں صراطِ مستقیم کا ذکر ہے تو سورہ بقرہ میں دینِ ابراہیمی کا ذکر ہے۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور وہاں بت پرستوں اور مشرکین سے مقابلہ تھا۔ آپ نے وہاں دین کی راہ میں استقامت اختیار فرمائی، لیکن جب مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے تو وہ جن لوگوں سے

Marfat.com

نبرد آزما ہونا پڑا، ان میں عیسائیوں اور یہودیوں کا بڑا غلبہ تھا۔ وہاں جہلا میں جو کافر اور مشرک تھے، وہ بھی یہودیوں اور نصرانیوں کے زور وزعم سے مرعوب ہو کر ان میں شامل ہو گئے اور حق کی مزاحمت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہو گئے۔

اس کے علاوہ ایک طبقہ وہاں اور ابھرا جو بظاہر تو مسلمان تھے، زبان سے کلمہ گو تھے، لیکن دل میں ایمان نہیں رکھتے تھے۔ منافقت کرتے تھے اور ان سب کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ بظاہر مسلمان تھا لیکن سخت منافق تھا۔ ان تمام مخالفتوں سے نمٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ نازل فرمائی اور اس میں اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں، جو خبریں ہیں وہ یہود و نصاریٰ کے متعلق بھی ہیں۔ ان کی بداعمالیوں کی طرف بھی ہیں۔ منافقوں کی سازشوں کے متعلق بھی ہیں اور جہلا کے متعلق بھی ہیں۔ جن سے غرض یہ ایک ایسی صورت تھی کہ مسلمان تمام مخالفین کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

سورہ بقرہ کے بہت سارے فضائل ہیں، بے انتہا فضائل ہیں۔ سورہ بقرہ کے فضائل میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف میں منسوب ہے کہ سورہ بقرہ اور آل عمران جاننے والا شخص عزت والا ہوگا۔ سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (آپ پر لاکھوں درود وسلام) کہ جس طرح سے اونٹ کا کوہان اس کی زینت بھی ہے اور طاقت کا سرچشمہ بھی ہے کیونکہ وہ اس کی پیٹھ کو طاقت دیتا ہے۔ کہ وہ بے تحاشا بوجھ اٹھا سکتا ہے اور اس سے اس کی زینت بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح سورہ بقرہ قرآن پاک کی قوت اور زینت ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید ہے کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھا کرو۔ قیامت کے روز یہ بادل بن کر ایک رحمت کا سایہ بن جائیں گی۔ یہ دونوں سورتیں جو آپ پڑھیں گے تو یہ قیامت کے روز رحمت کا بادل بن کر آپ پر سایہ کریں گی۔ جس دن کہ گرمی اور تپش اتنی ہوگی کہ ہر شخص العطش العطش اور نفسی نفسی کہہ رہا ہوگا۔ تو وہ جو فرمایا کہ جمعہ کے روز سورہ بقرہ کی تلاوت کا ثواب ایسا ہے کہ بر ودہ سے لے کر عروبہ تک ثواب ہی ثواب ہے۔ بر ودہ زمین کا ساتواں طبق ہے اور عروبہ آسمان کا ساتواں طبق ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے آخری طبق سے لے کر آسمان کے آخری طبق تک اس کا ثواب ہے' جمعہ کے دن سورہ بقرہ کی تلاوت کا بے انتہا ثواب ہے۔ مُردوں کی مغفرت کے لئے سورہ بقرہ کا پہلا اور آخری رکوع تلاوت کی جاتی ہے۔

Marfat.com

سورہ بقرہ کی فضیلت اور رہنمائی کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ سال کے عرصہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ بقرہ پڑھی۔ جب ۱۲ سال بعد اس کا ختم پاک کیا تو آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا اور تمام صحابہ کرام کی دعوت فرمائی۔

یہ بہت ہی جامع سورہ ہے اس میں ایک ہزار اوامر یعنی کام کرنے کے حکم۔ ایک ہزار نواہی یعنی منع کرنے والے حکم ہیں۔ اور ایک ہزار خبر ہیں۔ جس گھر میں یہ سورہ بقرہ تلاوت ہوتی ہے اس کے بعد تین روز تک اس گھر میں سرکش سے سرکش شیطان بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ اتنی حفاظت گھر والوں کی ہو جاتی ہے۔

اس کی خاص طور پر دس آیتیں بڑی با فضیلت ہیں۔ اگر ہم پڑھ کے رات کو اپنے اوپر دم کر لیا کریں تو اس کے حفظ و امان میں آجائیں گے اور اس کی فضیلت سے مستفیض ہو جائیں گے۔ ان دس آیتوں کے شروع میں چار آیتیں ہیں "مفلحون" تک۔ پھر آیت الکرسی ہے۔ اور آیۃ الکرسی کے بعد دو آیتیں اور تین اخیر کی آیتیں ہیں۔

تو یہ جو شروع کی دس آیات ہیں، آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو اور آخر کی تین، یہ بڑی فضیلت والی ہیں۔ قرآن کریم

نے چند چیزوں کو مبارک فرمایا ہے۔ ایک تو طورِ سینا، جہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی تھی۔ دوسرے زیتون کا درخت، اس کو اللہ تعالیٰ نے مُبارک فرمایا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبارک فرمایا ہے۔ بارش کے پانی کو مُبارک کہا ہے، شبِ قدر کو مُبارک کہا ہے۔ اور قرآن کو قرآن نے مُبارک کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کو کریم فرمایا ہے۔ ایک اپنی ذات کو، دوسرے قرآن شریف کو، تیسرے موسیٰ علیہ السلام کو، چوتھے نیک اعمال کے ثواب کو، پانچویں عرش کو، چھٹے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو، ساتویں حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ خط جو بلقیس کے نام تھا۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ قرآن پاک مُبارک بھی ہے اور کریم بھی ہے۔ اسی لئے اسے قرآن کریم کہتے ہیں۔ تو پہلی آیت اس سورہ کی ہے: "الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ تو "ذٰلِكَ" یہ اشارہ ہے اس کتاب کی طرف۔ "الٓمّٓ" مقطعات ہیں۔ جیسے "یٰسٓ، طٰہٰ" وغیرہ۔

قرآن پاک میں یہ وہ مقطعات ہیں جن کے معنیٰ عام انسان کو نہیں معلوم۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ان کے معنی کو جانتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o کہ ان کو پورا قرآن سکھلایا۔ اگر قرآن میں مقطعات بغیر معنی بتائے رہ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پورا قرآن نہیں سکھایا۔ درحقیقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رازوں کو جانتے ہیں، ہم اور آپ نہیں جانتے۔ نہ ہی ہمیں اس کی کوشش کرنی چاہیئے۔

"ذٰلِكَ الْكِتٰبُ" یعنی یہ کتاب جو ہے یہ لوحِ محفوظ پر لکھی گئی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام اس کو لے کر دنیا میں آئے۔ اور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ بے شک یہ اللہ کی کتاب ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اس کتاب میں نہ کوئی شک ہے نہ پریشانی کی بات ہے، نہ بدگمانی کی کوئی بات ہے۔ نہ اس میں کسی گھاٹے یا نقصان کی یا شکست کی بات ہے۔ یہ حق ہے، بلاشبہ یہ رب کی طرف سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمّت کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے۔

آپ دیکھیں کہ اس کتاب کی حقانیت کا سب سے بڑا ثبوت کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ذٰلِكَ

Marfat.com

الکتٰب لاریب فیہ“ تو یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں، کس بے بسی کے عالم میں، کس عاجزی کے عالم میں، کس کس بے سروسامانی کے عالم میں قرآن مجید فرقان حمید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر نازل ہوا۔ نہ وسائل تھے، نہ باپ کی شفقت تھی، نہ دادا کی حمایت تھی۔ والدِ محترم کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیدائش سے پہلے ہو گیا تھا۔ والدہ محترمہ کا انتقال پانچ سال کی عمر میں ہوا۔ دادا کا انتقال ہو گیا تو ابھی سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ اور مکّہ کے تمام لوگ قریش، کفّار سب دشمن تھے۔ ان حالات میں یہ قرآن مجید نازل ہوا۔ اور سارے عالم میں پھیل گیا۔

اس وقت تو آج کی شکل میں قلم دوات بھی نہیں ہوتے تھے، کاغذ نہیں تھے۔ کبھی پتّے پر لکھتے تھے، کبھی چمڑے پر لکھتے تھے۔ لیکن یہ حق کی کتاب جو ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ وہ ایک انقلاب لے کر آئی۔ جب وہ اس کتاب پر ایمان لائے تو چوروں کو پاسبان بنا دیا، ڈاکوؤں کو عادل اور منصف بنا دیا۔ اور بے تہذیبوں کو تہذیبِ عالم کا علمبردار بنا دیا۔ زندگی کا معیار جو تھا وہ عالمگیر تہذیب کا معیار ہو گیا۔ اور بے علموں کو ”علم الدُنّی“ کا ماہر بنا دیا۔ اور کسی کو صدیق کہلوایا،

Marfat.com

کسی کو فاروق کہلوایا۔ اور کسی کو ذوالنورین کہلوایا اور کسی کو حیدر بنا
وہ کیا ہی زیر دست مکتب تھا۔ کیا ہی اعلیٰ شخصیت تھی۔ وہ
جو ان کے معلم تھے، اور کیا ہی اعلیٰ درجہ کی کتاب تھی کہ آناً فاناً
اس کے ماننے والے، اس کے جاننے والے، اس کے پڑھنے
والے اور اس پر عمل کرنے والے کامل انسان بن گئے۔ عالم یہ
تھا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کتابِ مُبین
کی تلاوت فرماتے تھے تو وہ لوگ جو قرآن پاک کے منحرف تھے،
اور کہتے تھے کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے
پیش کر دیا ہے، یہ جادو گر ہے۔ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے لیکن
جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تلاوت فرماتے تھے،
تو مشرکین کے بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں سنتے تھے ان سے
برداشت نہیں ہوتا تھا۔

وہ جوق در جوق آ کر سُنتے تھے اور بغیر ایمان کے، بغیر
سمجھتے ہوئے ان پر اتنا اثر ہوتا تھا کہ ان پر رِقت طاری ہو جاتی
اور وہ رو یا کرتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
"لاریب فیہ" اس میں کوئی ریا نہیں، کوئی جھوٹ نہیں،
کوئی شک نہیں۔ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ جھوٹ سے پاک ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم پر نازل ہوئی، اس کے سچے ہونے کی تصدیق فرمائی اور یہ بتا دیا کہ اس کتاب کی وابستگی سے ہم کیسا انقلاب لائے ہیں۔

حضرت ابو بکر کو صدیق بنا دیا، فاروق بنا دیا حضرت عمرؓ بن خطاب کو، جو تلوار لے کر، معاذ اللہ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔

عزیزانِ محترم!

میں نے آپ سے پہلے عرض کیا تھا، ہدایت انسانی شعور کی معراج ہے۔ یہ شعور کا وہ درجہ ہے کہ جس میں ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس کی اطاعت پر منتج ہوتا ہے۔ آپ جو بھی فیصلہ کرتے ہیں، جو بھی عمل کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوتا ہے۔ یہ اعزاز روزِ اول سے لے کر روزِ اخیر تک متقی کے لئے ہدایت ہے۔ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں انہیں یہ ہدایت اور شعور عطا فرماتا ہے۔ کہ جس سے ان کے تمام فیصلے، ان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو جاتے ہیں۔

متقی جو ہے وہ وقایہ سے ہے۔ جس کا مطلب درپردہ شریعت کی حفاظت ہے۔ شریعت میں تقویٰ کا مطلب یہ

Marfat.com

ہے کہ ان کاموں سے بچنا جو آخرت میں نقصان دِہ ہوں تقویٰ کرنے والے کون لوگ ہیں، ان کاموں سے بچنے والے کون لوگ ہیں جن کاموں سے آخرت میں نقصان پہنچتا ہے۔

تقویٰ کے تین درجے ہیں۔ ایک درجہ تو یہ ہے کہ دائمی عذاب سے بچنا، اس لئے ہر صاحب ایمان اس درجہ تک متقی ہے کہ وہ کوشش کرتا ہے کہ وہ آخرت کے عذاب سے بچے۔ دوسرے عام گناہوں سے بچنا، اور تیسرے ہر اس چیز سے بچنا جو اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا کرے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے سے روکے۔

تقویٰ کرنے والے متقی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اور ایک یوسف علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے پیروکار، یہ دو مثالیں ہیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات میں وہ سب کچھ ہے۔ جو انبیاء میں فرداً فرداً ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فخر فقر ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکومت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جہان کا

Marfat.com

بادشاہ سب کے سامنے بنا کر بھیجا۔ روحانی طور پر تو وہ بادشاہ ہیں ہی۔ ایک تارک الدنیا لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے رہبانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ دنیا سے کوئی مطلب نہیں۔ ان کے جو پادری ہیں اور ان کی جو سسٹرز اور ننیں ہیں، وہ دنیا سے بے نیاز ہیں۔ نہ بال نہ بچّے، نہ روزی نہ کمائی۔ بس تارک الدنیا ہو گئے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو دنیا میں تو رہتے ہیں، لیکن ان کے دل تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی تارک الدنیا نہیں ہوتی۔ ان کے بیوی بچے بھی ہوتے ہیں، نوکری بھی ہوتی ہے، رزق کی تلاش بھی ہوتی ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ لیکن سب کچھ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں سے کرتے ہیں۔

جو لوگ تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ ان کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں، جو دنیا میں ہیں اور دنیا برتتے ہیں لیکن دنیا کے ہو کر نہیں رہتے۔ ان کا قلب تارک الدنیا ہوتا ہے۔ یعنی قلب صرف اللہ کا ہوتا

Marfat.com

ہے۔ ان کی مثالیں پچھلے پیغمبروں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے۔ جو عزیزِ مصر ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جن کی عظیم بادشاہت تھی۔ اور ان کی رعایا میں جن اور بشر دونوں تھے۔ ہوا بھی ان کے زیرِ تصرف تھی۔

پھر تقوے کے مختلف درجے ہیں۔ مختلف لوگوں کے لئے۔ ایک عوام کے لئے تقویٰ ہے۔ عوام کے لئے جو تقویٰ ہے وہ اسلام اور ایمان ہے۔ کہ زبان سے اقرار اور دل سے یقین۔ ایک خواص کے لئے ہے۔ خواص کے تقوے کی نشانی یہ ہے کہ کان اور احسان دونوں کے لئے دل میں یقینِ کامل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت پر۔

احسان یہ ہے کہ جب وہ عبادت کر رہے ہوں تو انہیں ایسا لگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ تو ہر وقت تصور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور اس تصور کے زیرِ اثر ہر عمل ان سے ہو تو یہ خواص کے لئے ہے۔ خواص ایک خاص گروہ ہے جو غیر اللہ سے پرہیز کرتے ہیں اور ان کا ہر حجاب دُور ہو جاتا ہے، ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا۔ وہ مشاہدۂ حق کرتے ہیں۔ قرآن

Marfat.com

پاک میں مختلف جگہوں پر تقویٰ مختلف معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً "ایمان"۔ ایمان کو بھی تقویٰ کہا گیا ہے، توبہ کو کہا گیا ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کو کہا گیا ہے اور ترکِ گناہ کو کہا گیا ہے۔ اخلاص کو تقویٰ کا نام دیا گیا ہے۔ خوفِ خدا کو تقویٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اور خوفِ خدا قدرت کا خوف ہے۔ یہ وہ خوف ہے جس میں امید قائم رہتی ہے۔ اس کے پاس ساری قدرتیں ہیں۔ اگر ہم بُرائی کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جائیں گے اور ہمیں سزا ملے گی۔

لیکن وہ غفور الرحیم ہے۔ اگر ہم توبہ واستغفار کریں گے، تو ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف ہوں گے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ آئندہ نیکی کی توفیق دے گا۔

تو یہ جو اس خوفِ خدا کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے جو کہ انسان کو اطاعت کی طرف راغب کرتا ہے۔ یہ وہ خوفِ خدا نہیں کہ جس میں ایذا کا خوف ہو اور وہ ہمیشہ کے لئے اطاعت سے بدظن کر دے۔ وہ کہے کہ جی اب تو ہم سے گناہ ہو گئے۔ جیسے یہودی کہا کرتے تھے۔ اب تو ہم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اب نیکی کا کوئی فائدہ نہیں۔ لہٰذا اور گناہ کر لو اور دنیا میں عیش کر لو۔ تو مومن متقی ہے اس

Marfat.com

کا خشیّتِ الٰہی امیدوں کے ساتھ ہے۔

تو توبہ واستغفار اگر رب کریم قبول فرمائے گا تو وہ ہماری توبہ کو قبول کرتے ہوئے ہمارے بُرے اعمال سے نجات بھی عطا فرمائے گا اور اپنی رحمت کے سائے میں لے لے گا۔ اگر ناامیدی کا خوف ہو تو وہ گناہوں میں دلیر کر دیتا ہے اور اگر امید کا خوف ہو تو اس خوف کے ساتھ امید قائم رہے گی۔ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:۔

"مجھے پُکارو! خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ"۔

یعنی خشیّتِ الٰہی کے ساتھ طمعِ رحمت الٰہی ضروری ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:" میری بارگاہ میں کرامت اُنہی کی ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہیں"۔

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ"۔

بے شک اللہ کے قریب مقرب وہی ہے جو تم میں سے تقویٰ کرتا ہے۔ تو تقویٰ دین دنیا دونوں میں کارآمد ہے۔ متقی کے لئے وعید ہے مصائب سے۔ دنیا میں مصائب سے نجات کے لئے اور متقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ ہم تمہیں اس طرح سے وسیع رزق دیں گے کہ تمہارے عقل وفہم میں نہ ہوگا کہ یہ کہاں سے ملے گا۔ اس طرح

غیب سے تمہارے رزق کے لئے دروازہ کشادہ کردیں گے۔

بزرگانِ دین نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اوراولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے متقی کی بہت ساری پہچانیں بتائی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ "باب العلم ولدُنی" میں فرماتے ہیں کہ متقی کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ پر قائم نہ رہے۔ بار بار ہی گناہ نہ کرے اور ساتھ ہی ساتھ عبادت پر غرور نہ کرے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جنہیں امام الاولیاء، سلسلہ نقشبندیہ کے سارے سلسلے جن کے ذریعے آگے بڑھتے ہیں، وہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں غیراللہ نہ اختیار کرے۔ اور ساری قدرت اللہ میں جانے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے تُو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت میں رہے گا۔ اگر وہ جان لے کہ سب کچھ قدرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ تو وہ غیراللہ کے ہاتھ میں نہیں آئے گا۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ جو ہمارے سلسلے کے بھی بزرگ ہیں، جن کا ذکر ہمارے شجرۂ پاک میں بھی آتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ متقی کی پہچان یہ ہے کہ خلق تیری زبان میں اور ملائکہ تیرے کاموں میں، اللہ تعالیٰ تیرے دل میں نہ پائے۔

Marfat.com

یعنی زبان کا عیب اللہ کی مخلوق پر ظاہر نہ ہو۔ کاموں کا عیب، کراماً کاتبین، جو ہر منٹ کی بات لکھتے ہیں اور جو ساتوں آسمان کے ملائکہ ہیں، وہ آپ کے کام میں عیب نہ پائیں۔

یاد رکھیں کہ ساتوں آسمانوں میں سے ہر آسمان پر فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے کسی نہ کسی کام کے پہرے دار ہیں۔ اگر کوئی غرور کرتا ہے عبادت میں تو وہ فرشتہ اس کے اعمال عرش تک نہیں جانے دے گا۔ اگر کوئی ظالم ہے تو کتنا ہی عبادت گزار ہو، اس کی عبادت وہاں رک جائے گی۔

تو اے عزیزانِ محترم! حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خلق تیری زبان میں، ملائکہ تیرے اعمال میں، اور رب تیرے دل میں عیب نہ پائے۔ یہ پہچان ہے متقی کی۔

حضرت واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح سے تُو بدن کو آراستہ کرتا ہے خلق کے لئے۔ اسی طرح سے اپنے دل کو رب کے لئے آراستہ کر۔ تقوے کا لباس دل کو پہنا تاکہ دل تیرا خوبصورت لگے۔ رب اسے پسند کرے۔ جس طرح اللہ کی مخلوق میں جب تُو جاتا ہے، تو اچھا لباس پہن کر جاتا ہے تاکہ لوگ تجھے معزز صاف اور ستھرا سمجھیں، اور اس کا مطلب یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

Marfat.com

"أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ"

کہ اگر تم میرا عہد پورا کرو گے تو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ جب تمہارا دل مجھے پسند آجائے گا، جب تمہارا تقویٰ میری بارگاہ میں قبول ہو جائے گا اور تم نے جو عہد میرے ساتھ کیا ہے کہ میرے بن کر رہو گے، تو پھر میری طرف سے بھی رحمتوں کا اور فوز و فلاح کا وعدہ پورا ہوگا۔

متقی کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ بلا پر صابر رہتا ہے، رحمتوں پر شاکر رہتا ہے اور قضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے۔ جو بلا آئی، جو مصیبت آئی، اس نے اس پر صبر کیا، اس لئے کہ صبر کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ رحمتوں میں رکھتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں پر شکر ادا کرتا ہے، اور قضائے الٰہی پر اور جو رب کی طرف سے فیصلہ ہوگیا، اس پر راضی رہتا ہے۔ اور جب وہ سمجھتے ہیں کہ رضائے الٰہی یہی ہے، قضائے الٰہی یہی ہے، تو پھر کسی سے مدد کیوں نہیں مانگتے۔ راضی ہونا تو الگ۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب آتش نمرود میں ڈالے جارہے تھے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو تمام ملائکہ مل کر اس آگ کو بجھادیں۔ فرمایا نہیں، میرا رب دیکھ رہا ہے۔ اگر میرا رب اس پر راضی ہے کہ

میں اس آگ میں کود کر خاک ہو جاؤں۔ تو پھر میں کسی کی مدد نہیں مانگوں گا۔

رب کو خلیل کی یہ ادا پسند آئی۔ اور اس نے آگ کو حکم دیا۔

"یَانَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ" اے آگ؛ میرے ابراہیم پر تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا۔"

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" یہ کتاب برحق ہے، حق ہے، اس لئے کہ یہ میرا کلام ہے اور میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میرا مخاطب ہے۔ میرا یہ پیام میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، لے جانے والے جبرائیل ہیں، لکھی گئی لوح محفوظ پر، یہ بڑی مستند کتاب ہے۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش، کوئی نقصان نہیں ہے۔ اس میں کوئی تردد کوئی پریشانی نہیں ہے۔ متقین کے لئے اس میں ہدایت ہے۔ متقی کون لوگ ہیں، ان کی پہلی پہچان یہ ہے کہ:

"اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ"۔ متقی لوگ وہ ہیں جن کے لئے یہ ہدایت ہے، جن کو یہ فوز و فلاح کے راستے پر گامزن رکھتی ہے تو وہ ایمان لاتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ غیب پر بدون دیکھے۔

بن دیکھے کا مطلب یہ نہیں کہ بغیر ادراک کے۔ کہ وہ

اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کریں تبھی ایمان لائیں۔ وہ تو مشاہدۂ فطرت الٰہی یا قدرت الٰہی کرتے ہیں۔ ان کو جب نظر آجاتا ہے تو کہتے ہیں:۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

تو یہ وہ لوگ ہیں جو بالغیب ایمان رکھتے ہیں۔ ثبوت نہیں مانگتے کہ ثبوت لاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کو تلاش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے۔ غور و تدبر کرتے ہیں۔ فکر کرتے ہیں، اور اپنے یقین کو مستحکم کرتے ہیں۔

ایمان کہتے کسے ہیں؟

ایمان اچھے عقیدوں کا اختیار کرنا ہے۔ اگر عقیدہ درست ہو اور اعمال خراب ہوں تو آپ مومن کہلائیں گے۔ بد اعمال ہی سہی لیکن مومن کہلائیں گے۔ لیکن اگر عقیدہ غلط ہے اور اعمال اچھے ہیں تو آپ ایمان سے بہت دُور ہیں۔

مگر وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، ان میں سے بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کے اعمال بقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایسے اچھے ہیں کہ آپ رشک کریں کہ کیا زبردست نماز پڑھتے ہیں، پیشانی پر گڈا ہے، کیا لمبی داڑھی

Marfat.com

ہے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایمان ان کے قلب میں نہیں ہے۔ اور مومن ایک صفت ہے، رب کی بھی اور رب کے بندے کی بھی۔

سورہ حشر میں " هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ .... مُؤْمِنُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ" اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مومن کہا ہے، ایمان رکھنے والا، یعنی عقائد پر قائم کرنے والا۔ تو عقیدہ اگر خراب ہو اور اعمال درست ہوں تو مومن نہیں ہے۔ اس لئے کہ رب بھی مومن ہے اور بندہ بھی مومن۔ اِن میں ایمان قدرِ مشترک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ میں اور بندے میں۔ مگر جب تک ایمان نہیں ہوگا، عقائد درست نہیں ہوں گے، اعمال ہمارے بیکار ہیں۔ یہ ہمارے منہ پر مار دیئے جائیں گے۔

اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اسلام ظاہر ہے آدمی نے زبان سے " اَشْهَدُ اَنْ لَّا ..... وَرَسُوْلُهٗ" پڑھ لیا تو مسلمان ہوگیا، نمازیں پڑھنے لگا۔ اس لئے منافق مسلمان تو ہوسکتے ہیں لیکن مومن نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ ان کے دل میں کھوٹ ہے۔ اور صحیح عقیدہ صرف اسلام اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننا ہے۔

بعض غیر مقلدین علماء کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، حضرت عبداللہ کے صاحبزادے ہیں حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ اور مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور دائی حلیمہ کے ہاں پرورش ہوئی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر میں نبوّت ملی اور تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ یہ سب جاننا اسلام نہیں ہے۔

اسلام نام ہے ان کو ماننے کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، وہ نُور من نُور اللہ ہیں۔ اور جو کچھ ان پر نازل ہوا، چاہے وہ کلام پاک ہو، وحی کے ذریعے، یا حدیث قدسی ہو، الہام کے ذریعہ سے ہو، جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ ان سب پر ایمان ہو، ان سب کو ماننا ہو، تب اسلام اور ایمان مکمل ہوتا ہے۔

جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ان کی رسالت اور ان کے تصرفات، ان کی صفات کا منکر ہے۔ جو یہ سب جھگڑا ڈالیں کہ جی وہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ وہ تو آئے تھے نعوذ باللہ ایک پیغام بر ہو کر، کہ پیغام دے کر انہیں دنیا میں بھیج دیا اور ان کا ہم سے کوئی مطلب نہیں۔ یہ اسلام نہیں ہے ایمان نہیں ہے۔

Marfat.com

توسرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننا، ان کا شجرۂ نسب، ان کی تاریخ، اس کا نام اسلام نہیں ہے۔ بلکہ ان کی عظمت کو ماننا، ان کی حیثیت کو ماننا، ان کے کلام کو ماننا، یہ ماننا کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ "وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی" وہ اپنے جی سے کوئی بات نہیں کہتے۔ جو بات انہوں نے کہی وہ منجانب اللہ ہے۔

پھر اس کی اطاعت ہم پر اسی طریقے سے لازم ہے جس طرح سے کلام پاک کی اطاعت جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے نازل ہوا۔ تو چاہے وہ وحی کے ذریعے نازل ہوئی ہو کوئی بات یا الہام کے ذریعے، یا خواب کے ذریعے سے یا مشاہدوں کے ذریعے سے۔

آخر یہ زکوٰۃ کی جو تفصیل ہے یہ کلام پاک میں تو نازل نہ ہوئی۔ نماز کی تفصیل بھی کلام پاک میں کہیں نہیں ہے کہ کس طرح سے کھڑے ہو، کس طرح رکوع کرو، سجدے کرو، کتنی بار کرو۔ کون سی نماز فرض ہے، کون سی سُنّت ہے، کون سی نفل ہے۔

تو اے عزیزانِ محترم! "اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جاننا اور ماننا اور سرکارِ دوعالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننا اور ماننا۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو ماننا، اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ماننا اور مقطعات کے معاملے میں وحی اور الہام میں کوئی تفریق نہ کرو۔

عزیزانِ محترم!

نہ صرف سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے بلکہ محبت سے ماننا ضروری ہے۔ جب تک آپ فدا نہیں ہوں گے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ غیب تو غور اور فکر اور مشاہدوں سے ظاہر ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کا انشراحِ صدر فرما دیا، ان کی باطنی آنکھیں کھول دی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ جنت و دوزخ کی بھی سیر کرا دیتا ہے۔ ان کو نہ صرف علم الیقین کتاب سے ملتا ہے، بلکہ حق الیقین بھی ملتا ہے۔ اور جب ان کی روحانی پروازیں ہوتی ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، تو وہ عین الیقین بھی ہوجاتے ہیں۔

تو غور و فکر اور مشاہدے سے ظاہر ہوجاتا ہے۔ ایمان کے جو اجزا ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو جاننا اور ماننا، انبیائے کرام کی نبوت کو جاننا اور ماننا، قیامت پر یقین رکھنا۔ حساب و کتاب پر ایمان رکھنا، سزا اور جزا پر ایمان رکھنا، جنت و

Marfat.com

دوزخ پر ایمان لانا۔ یہ سب ایمان کے اجزا ہیں۔ ایمان کا ایک ضروری جُز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خفی اوصاف کو ماننا ہے۔ اور وہ خفی اوصاف کیا ہیں؟ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں کہا ہے" قُلْ اِنْ کُنْتُمْ ..... یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ"

وہ اللہ تعالیٰ کو اتنے پیارے ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو اس محبت کی شرط یہ ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو، پھر میں تم سے پیار کرنا شروع کروں گا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کروگے تو سمجھو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ وہ کنکری ماریں تو سمجھو میں نے کنکری ماری ہے۔ وہ جس کی شفاعت کردیں گے میں اسے بخش دُوں گا۔ وہ جابر رضی اللہ عنہ کے بچّوں کی بوٹیاں اکٹھی کریں گے، تو بچّے زندہ ہو جائیں گے۔

تو یہ جاننا اور اس پر ایمان رکھنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور تخت و تاج والے ہیں، ظاہری اور باطنی راز والے ہیں۔ شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو رب کو ربِ محمد کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جب تمام انبیاء سے عہد لیا کہ سب انبیائے کرام ان کی اعانت کریں گے۔ ان کے آنے کی بشارت

Marfat.com

دیں گے۔

جسم ایمان کی شہادت دیتا ہے۔ نماز، اطاعت، تقویٰ، پرہیزگاری سے۔ اور روح ایمان بالغیب کی گواہ ہے۔ تو ایک صفت یعنی ایمان بالغیب تقوے والوں کی ہے۔

دوسری صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ "وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ" یعنی ہدایت ان کے لئے ہے جو متقی ہوں۔ اور متقی کون لوگ ہوتے ہیں؛ یہ صاحبانِ ایمان ہیں۔

ایمان کے بعد بات آتی ہے اعمال کی۔ صاحبانِ ایمان صاحبانِ اعمال بھی ہوتے ہیں۔ ان اعمال میں سب سے پہلا عمل کیا ہے؛ صلوٰۃ یعنی نماز۔ ایمان اعمال پر مقدم ہے جیسا میں نے عرض کیا۔ اس لئے کہ ایمان ایک قدرِ مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے تکوینی قدرت پر، اللہ تعالیٰ کے نظام پر۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر بندوں کو اطاعت پر ترغیب دیتے ہیں۔ کہ الہامی کتابیں بندوں کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے ہیں۔ لیکن مختلف انبیاء کی اُمتوں کے اعمال الگ الگ تھے۔

اس لئے فوقیت ایمان کو اعمال پر ہے۔ اور اس کی کچھ

Marfat.com

وجوہ ہیں۔ وہ یہ کہ ایمان اعمال کی اصل ہے۔ ایمان قلب کا عمل ہے، اعمال جسم کا عمل ہیں۔ ایمان تمام انبیاء میں یکساں تھا۔ لیکن اعمال میں فرق رہا۔ جیساکہ میں نے کہا۔ ایمان پہلے فرض ہوا اور اعمال بعد میں۔

اسلام میں بھی جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے توحید کے بارے میں بات کی گئی۔ لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ ایک ہے۔ وہی خالق ہے۔ اسی کے سامنے جانا ہے۔ سورہ فاتحہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط پہلے آئی اور نماز بعد میں فرض کی گئی۔ زکوٰۃ بعد میں فرض کی گئی، حج بعد میں فرض کیا گیا۔ تو اعمال بعد کی بات ہے۔ ایمان کو تقدیم اس لئے حاصل ہے کہ پہلے ایمان فرض کیا گیا۔ ایمان کے بعد اعمال ہوئے اور اعمال میں سب سے زیادہ فضیلت نماز کی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جب ایمان کے بعد اعمال کی بات کی تو سب سے پہلے کہا "اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ .... الصَّلٰوۃَ" اور وہ نماز پڑھتے اور اسے قائم رکھتے ہیں، کھڑا رکھتے ہیں۔ وہ جو قیام ہے وہ بالکل اسی طریقے سے ہے، جیسے کہ گرمی سے کسی ٹیڑھے میڑھے لوہے کو گرم کر کے سیدھا کیا جائے۔ تو نماز کو قائم کرو، یعنی صرف ایک دفعہ پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس کا تسلسل

قائم رکھنا ہے۔ اس کے لوازمات کو قائم رکھنا ہے۔ پاکیزگی، طہارت، وضو، رجوع الی اللہ، خشیت حضوری ان سب چیزوں کے ساتھ نماز کو قائم کرنا ہے۔

نماز کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تمام فرشتوں کی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اور تمام مخلوقات کی عبادات کا مجموعہ ہے۔ فرشتے جو ہیں وہ کچھ قیام میں ہیں، کچھ رکوع میں ہیں۔ کچھ سجود میں ہیں، کچھ قعود میں ہیں، کچھ تسبیح میں ہیں، کچھ تہلیل میں ہیں اور کچھ ذکر میں۔ غرض یہ کہ ساری چیزیں نماز میں یکجا کی گئیں ہیں۔ یعنی نماز ان کا مجموعہ ہے۔

Marfat.com

پارہ الٓمٓ سورہ بقرہ
آیت نمبر ۸ تا ۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ؕ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ۢ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بدلہ اُن کے جھُوٹ کا۔ اور جو اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ سُنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

Marfat.com

عزیزانِ محترم!

میں نے پچھلی مجلس میں بتایا تھا کہ سُورہ بقرہ کی شروع کی جو بائیس آیات ہیں، اس میں پہلی آیات کلام کے متعلق ہیں دوسری چھ آیات جو ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کی تعریف فرمائی ہے۔ اوراس کے بعد دو آیات میں کفار کی پہچان کرائی۔ اس کے بعد جو تیرہ آیات ہیں وہ مشرکین کے لئے ہیں۔

پہلے صاحبانِ ایمان کی شناخت کروائی، وہ ایک سرے پر ہیں، دوسرے سرے پر کفار ہیں جن کی شناخت کروائی۔ جب دونوں کی شناخت ہوگئی، تو ان کے درمیان جو لوگ ہیں، جو زبان سے مسلمان اور دل سے کافر ہیں۔ منافقین کی پہچان اللہ تعالیٰ کروا رہا ہے اوران کے متعلق وہ تیرہ آیات ہیں۔ ان میں سے تین آیات کی تفسیر تو میں نے پہلے پچھلی مجلس میں بیان کی تھی۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان ہو دل سے اورزبان سے اور جب تک کہ ان کی ساری شریعت پر ایمان نہیں ہوگا اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لائے اور یوم آخرت پر بھی ایمان لائے وہ مسلمان نہیں ہیں اس لئے

کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایمان بھی ان کا ناقص ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

یہود کہتے ہیں کہ فرشتے ان کی بیٹیاں ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح آخرت کے متعلق اہل یہود کہتے ہیں کہ جب گناہ اتنے زیادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں خوب عیش کرو، اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے سُولی پر چڑھ کر ہم سب کو بخشوا دیا تو دنیا میں عیش کرو۔ لہٰذا دونوں کا ایمان ناقص ہے یہ مومن کبھی نہیں ہو سکتے۔

ایک تو پہچان یہ ہے کہ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان نہیں رکھتے اور بظاہر وہ اللہ و رسول اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی ذات ہی کو دھوکہ دیتے ہیں اگرچہ ان کو شعور نہیں ہے۔ ان کے خواص خمسہ باطنی بصیرت کے لئے بیکار ہو گئے ہیں۔ وہ دیکھ نہیں سکتے صاف ظاہر چیزیں۔ وہ جب مومنین کے سامنے آتے ہیں اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے آتے ہیں، تو کہتے ہیں آپ پر ایمان لائے۔ جب کفار کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ویسے ہی گئے تھے

Marfat.com

خبریں لانے کے لئے۔ ہم دراصل تمہارے ساتھ ہیں، وہ کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے بلکہ اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اپنی عاقبت خراب کر رہے لیکن اس کا شعور انہیں نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان کے قلب میں مرض ہے، ان کا قلب بیمار ہے۔ وہ صحت مند نہیں ہیں۔ اگر صحت مند قلب ہوتا تو ایمان اس میں جاگزیں ہو جاتا۔ قلب میں وہ صلاحیت نہیں ہے کہ ایمان کو رکھ سکے، اور ان کا مرض دن بہ دن اللہ تعالیٰ بڑھاتا جاتا ہے۔ اور ان کے لئے نہایت ہی دردناک عذاب رکھا ہوا ہے۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور ان کے فرماں برداروں کے ساتھ۔

یہ تین باتیں میں نے تفصیل سے کی تھیں۔ اب بات آئی کہ جو وہ کر رہے ہیں، وہ کیا کر رہے ہیں؟ جب وہ مسلمانوں میں آتے ہیں تو اسلام کی باتیں کرتے ہیں۔ کافروں میں جاتے ہیں تو مشرکین اور کفّار کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اور در پردہ ان کی اِعانت کرتے ہیں۔

کفّار اور مشرکین کی اِعانت کیا ہے؟ یہ دراصل فساد کی تبلیغ ہے۔ فساد کے عمل کو وہ پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

Marfat.com

”وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ... مَثَلُهُمْ“

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ (تو وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو سارا کام سنوارتے ہیں، ہم تو لوگوں میں صُلح کراتے ہیں، ہم کہاں فساد کرانے والے ہیں۔

فساد یہ ہوا کہ ان کا دل بیمار ہے، ان کی زبان جھوٹی ہے۔ ان کی عبادات غلط ہیں، ان کے معاملات غلط ہیں۔ اور اس بیمار دل پر، اس جھُوٹی زبان پر اور غلط عبادات پر، خراب معاملات، دھوکہ دہی اور بے ایمانی پر وہ کبر کرتے ہیں۔ غرور کرتے ہیں اور یہ فساد والی بات ہے۔

فساد اعلانیہ گناہ ہے۔ کُفّار سے تعلقات بھی فساد ہے اور مسلمانوں کے راز کفّار تک پہنچانا بھی فساد ہے۔ اور نو مسلموں میں جا کر شبہات پیدا کر دینا بھی فساد ہے۔ دین کے متعلق یہ وسوسہ پیدا کر دینا کہ اُن کے دلوں میں خیال آئے کہ یہ جو پُرانے مسلمان ہیں جب ان کو اس نئے دین پر، اس بیرونی خارجی دین پر اعتبار نہیں ہے اور شک وشُبہ ہے تو ہم تو نو مسلم ہیں پھر ہم کیوں مُسلمان ہوں۔

تو نو مسلموں میں شبہات پیدا کر کے ان کا ایمان متزلزل کرنا یہ بھی ایک فساد ہے۔ اور عیب کو ہُنر جاننا، دُنیا کو باقی جاننا اور

آخرت کو جھوٹ جاننا، یہ ساری چیزیں کیا ہیں؟ سب فساد ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم یہ فساد نہ کرو، کفار کی ہمت افزائی نہ کرو، مسلمانوں کے خلاف تم فتنے اور فساد اور سازشیں نہ کرو۔ نومسلموں کے ایمان کو متزلزل نہ کرو اور برائی کو اچھا نہ جانو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں آپ تو غلط اطلاع دیتے ہیں ہم تو سنوارنے اور صلح کرانے والے ہیں ہم آپ سے بھی ملتے ہیں۔ کفار سے بھی ملتے ہیں تاکہ مدینہ منورہ کی زمین پر امن بحال رہے، جھگڑا فساد نہ رہے۔ یہ اتنے ڈھیٹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے:۔

”اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ“ o

یہ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ یہی وہ لوگ ہیں جو فسادی ہیں ”وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ“ لیکن ان کو شعور نہیں ہے منافقین کو اللہ تعالیٰ نے یہ لیبل دے دیا کہ ان میں شعور نہیں ہے بھلائی اور برائی کے لئے۔ ان کے حواسِ خمسہ کام نہیں کرتے۔ ان کو برائی نظر نہیں آ رہی، ان کو برائی سنائی نہیں دیتی، ان کو تعفّن سنگھائی نہیں دیتا۔ تو یہ کفر کے تعفّن کی طرف اور برائیوں کی طرف بھاگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دراصل یہی فسادی لوگ ہیں۔

”وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا“

یہ فساد کیا کرتے ہیں کہ اپنی زبان اور تمام اعضاء کو کفر سے

بگاڑ لیتے ہیں۔ لوگوں کو ایمان سے روک کر بگاڑتے ہیں اور کافروں کو کفر میں مضبوط کر کے بگاڑتے ہیں اور زمین میں اللہ کا ذکر روک کر بگاڑتے ہیں۔

دین کے منافقوں کے کیا اعمال ہوئے ؟ کہ وہ اپنے وجود کو اپنی زبان اور خیال اور اعمال سے خراب کرتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو ایمان سے روکتے ہیں اور ان کی بربادی کرتے ہیں اور کافروں کو کفر پر متکبّر کرتے ہیں، اور مضبوط کرتے ہیں' ان کو پہلے سے اور زیادہ بگاڑ دیتے ہیں اور زمین میں اللہ کی مخلوق کو اللہ کے ذکر سے روکتے ہیں۔ یہ سارے اعمال منافقین کے فساد کے اعمال ہیں۔ لیکن ان کو اپنا ہوش نہیں ہے۔

عزیزانِ محترم ! دنیا اور دنیا کی چیزیں اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہیں، تو اسے دُنیا نہیں کہتے وہ عین عبادت ہے۔ جب دنیا شریعت کے خلاف ہو جائے پھر وہ دنیا دنیا رہتی ہے۔ ع

چیست دنیا از خدا غافل بُودن

"دنیا کیا ہے ؟ دُنیا میں رِہ کر اللہ تعالیٰ کی ذات سے غافل ہو جانے کا نام دنیا ہے۔"

کاروبار یا مال و دولت یا اولاد یا عورت، اس کا نام دُنیا

Marfat.com

نہیں ہے۔ بلکہ ساری چیزیں اس طرح بڑھتی جائیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو وہ عین عبادت ہے، عین سعادت ہے۔

آپ نے دیکھا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہے کس بات کا؟ جو بات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم پر اور جو اعتراضات اور جو الزامات مومنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر منافقین لگایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ اولیاء اللہ پر بھی اعتراض ہوں گے، ان پر بھی شرک کے فتوے لگیں گے۔ ان پر بھی بدعت کے فتوے لگیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی دفاع فرمادیا۔

" اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ.... الخ "

صاف صاف بتادیا کہ ان کے لئے بشارت ہے کہ سارے لوگ ان کو مُشرک اور بدعتی گردانتے ہیں۔ یہ دراصل گمراہی پر ہیں، منافقین کی طرح ہیں، تو ان کی تمام برائیوں کو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا۔ بتادیا اور ان کو آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد ان کو دعوتِ حق بھی دے دی۔ پہلے تو بتایا کہ تم فساد کرتے ہو، فساد سے باز آجاؤ۔ یہ غلط فہمی ہے وہ تو دھوکے میں ہیں۔ انہیں تو شعور بھی نہیں ہے۔ اور پھر جب انہیں دعوتِ حق دی گئی کہ :۔

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْ.... يَعْلَمُوْنَ ہ"

اس میں یہی تو کلامِ پاک کا کمال ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ اتنا جامع ہے:۔ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ۔

جب اُن سے کہا جائے کہ تم اس طرح ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اس سے کیا پتہ چلا؟ یہ کہ ایمان کے بغیر کوئی بشر انسان نہیں بنتا، بشر ایمان ہی سے انسان بنتا ہے اور اگر ایمان نہیں ہے تو حیوان ہے وہ۔

كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ، جس طرح سے عام لوگ ایمان لاتے ہیں، تم انسان بن جاؤ، حیوانی زندگی بسر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے بغاوت حیوانی زندگی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت انسانی زندگی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ منافقو! جب ان سے کہا گیا کہ تم ایمان لے آؤ جیسا کہ انسان ایمان لاتے ہیں ___ تو انہوں نے کہا" قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ" کیا ہم لوگ ایمان لائیں؟ "كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ" جیسے ہلکے پھلکے یہ غریب لوگ۔ یہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں "سُفہاء" کہا کہ ہلکے پھلکے غریب لوگ ہلکے پھلکے کیوں؟ ان کے پاس نہ مال ہے نہ دولت ہے نہ حکومت ہے، ہم تو امیر لوگ ہیں، یہ تو غریب غرباء کا دین ہے۔ اور

یہ تو ایسے جاہل ہیں، ایسے عقل سے ہلکے پھلکے ہیں، عقل سے خالی ہیں۔ عقل بھی کم ہو مال بھی کم ہو، ہم ایسے لوگوں کی تقلید کریں اور ایسے لوگوں پر ایمان لائیں جن کے پاس عقل کی بھی کمی ہے مال کی بھی کمی ہے۔ دولت کی بھی کمی ہے۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کرتے ہیں، نہ دن کو کھانا پینا ہے، نہ دن کو عیش و عشرت اور نہ رات کو عیش و عشرت۔ تو انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو نعمتیں مہیّا کی ہیں، انہوں نے ان سے تو اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے۔ انہوں نے تو ایک وعدۂ فردا پر یہ سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ دنیا تو ایک حقیقی چیز ہے، یہاں کھیت ہیں، باغات ہیں، عورتیں ہیں، مال ہے دولت ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ جنت تو ایک خیالی چیز ہے۔ اس کا کیا اعتبار کہ وہ ملے گی یا نہیں ملے گی۔ یہ جو سامنے موجود ہے ہم اس سے انجوائے کرلیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے کہا۔ یہ عقل سے ہلکے پھلکے لوگ ہیں، ایمان والے نہیں ہیں "کَمَآ اٰمَنَ ...... السُّفَهَآءُ"۔ کیا ہم لوگ اُن سُفہا کی طرح ہلکے پھلکے عقل سے عاری لوگوں کی طرح ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ ..... یَعْلَمُوْنَ ۝ دراصل یہی لوگ ہیں جو سفہا ہیں، ہلکے پھلکے ہیں۔ ان کے پاس دین کی دولت نہیں ہے، ان کے پاس بصیرت کی دولت نہیں، ان کے پاس غنا نہیں۔ ان کو عقل نہیں، علم نہیں ہے، ان کو شعور نہیں ہے۔ اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ فساد کر رہے ہیں کہ یہ خود ہلکے پھلکے ہیں ـــــــ یہ خود اپنا کھوکھلا پن ظاہر کر رہے ہیں، ایمان والے کورے نہیں ہیں۔ ایمان والے تو بڑے امیر ہیں۔ ان کے پاس تو ایمان کی دولت ہے، ان کے پاس غنا کی دولت ہے۔

اب عقل اور علم کے متعلق عرض کر دوں۔

جب آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تین تحفے لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک تھا علم ایک حیا اور ایک عقل۔ کہا۔ ان میں سے آپ ایک اختیار کر لیں۔ حضرت آدم علیہم السلام نے عقل اختیار کی عقل کا مطلب ہے باطنی بصیرت۔ اس سے علم بھی حاصل ہوتا ہے، اس سے ایمان بھی حاصل ہوتا ہے۔

جب آدم علیہ السلام نے ان تین چیزوں میں سے ایک کو پسند کر لیا، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حیا اور علم

Marfat.com

سے کہا کہ اب تم لوگ جاؤ، لیکن وہ دونوں نہیں گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ تم دونوں نہیں نہیں گئے۔ جب کہ آدم علیہ السلام نے تم کو نہیں لیا اور صرف عقل کو پسند کیا، تو حیا اور علم نے کہا کہ ہم عالمِ ارواح میں بھی عقل کے ساتھ رہے ہیں۔ جس کو عقل ملی، اس کو حیا اور علم بھی ملا، اس کو بصیرت بھی مل گئی۔

اگر انہوں نے حیا کو پسند کیا ہوتا تو ان کو حیا تو ملتی مگر علم اور عقل نہ ملتی۔ اگر صرف علم لیتے، تو حیا اور عقل نہ ملتی، ہدایت نہیں ملتی، شعور نہیں ملتا۔ جیسا کہ ابلیس کو علم تو اتنا ملا کہ معلم الملکوت ہوا، لیکن عقل نہ تھی شعور نہ تھا، ہدایت نہ تھی، اس لئے گمراہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر دی۔

تو اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کو عقل و باطنی بصیرت عطا کی اور باطنی بصیرت سے انسان کو علم اور حیا دونوں حاصل ہوئے۔ جب علم اور حیا حاصل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حیا ہوتی ہے اور انسان نافرمانی سے رُکتا ہے۔ علم والے کو اچھائی اور بُرائی کی تمیز حاصل ہوتی ہے۔

جب عقل اور حیا نے کہا کہ اب ہم ساتھ رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عقل و دماغ عطا فرما دیا، ان

کے دل میں علم عطا فرمایا اور آنکھوں میں حیا قائم کر دی انسانوں کی میراث عقل، علم اور حیا ہیں۔ اور جو حیوان ہیں ان کے پاس نہ عقل ہوتی ہے نہ حیا ہوتی ہے، نہ علم ہوتا ہے اور پھر ان سے اسی طرح کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، جیسے منافقوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔

آج آپ دیکھ لیں کہ ہمارے معاشرے میں منافقوں کی کتنی بہتات ہے۔ زبان سے خود کو مسلمان کہتے ہیں اس لئے وہ ڈرتے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم کہیں ہمیں نکال نہ دے۔ لیکن جو بے دین ہیں وہ جنّت دوزخ کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ جنہوں نے دین سے واسطہ نہیں رکھا وہ تو اسلام کے ہر رُکن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جو علمائے سُو ہیں۔ وہ مسلمانوں اور ایمان والوں کی فہرست پر شبہ کرتے ہیں۔ اور ان پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جو صاحبانِ ایمان ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہنے پر چلتے ہیں۔ جو صحابہ کرام کی تقلید کرتے ہیں، ان کو کہتے ہیں کہ وہ شرک و بدعت میں مبتلا ہیں۔

غیر مقلدین جو نہ صحابہ کرام کی تقلید کرتے ہیں نہ آئمہ

Marfat.com

مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں، اپنے جی میں جو آیا کرتے ہیں۔ بقیہ لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جاہل ہیں، بے شعور ہیں وہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ تو دراصل یہ جو منافقین تھے، ان کو شعور نہیں تھا، تو جب ان سے کہا گیا کہ تم اللہ والوں کی طرح ذی شعور انسانوں کی طرح تم حقیقی ایمان لاؤ تاکہ فتنہ و فساد بند ہو جائے۔

جب دنیا سے نفرت پیدا ہو جائے اور آخرت سے محبت ہو جائے، الفت ہو جائے، تو تم بھی حقیقی انسان بن جاؤ گے۔ جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم بھی بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں، جنہوں نے خیالی جنت کی خاطر دنیا کو ٹھکرا دیا ہے۔ آخرت کس نے دیکھی ہے؛ نعمتوں کا کیا اعتبار۔ ہم چند دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہیں، یہاں ہمیں آرام کر لینے دو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو عقل سے خارج قرار دیا ہے جنہوں نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ اور جو آخرت سے غافل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو سلامتی عطا فرمائے، ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبین، صدیقین، اولیاء اللہ کی تقلید کی

توفیق عطا فرمائے، ہمیں اس راستے پر چلائے، جس راستے پر اس کے محبوبین چلے ہیں، اس دنیا سے آزاد رکھے اور ہماری حقیقی تمنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

پارہ الٓمّٓ سورۃ البقرہ
آیت نمبر ۱۴ تا ۱۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا
اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ
مُسْتَھْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ
فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی ۠ فَمَا رَبِحَتْ
تِّجَارَتُھُمْ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ ۝
امّابعد!
سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے لئے ہیں،
جس کی ذاتِ پاک میں جلال و جمال کے تمام کمالات ہیں۔

Marfat.com

اور درود لامحدود احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہمیں دینِ ابراہیمی عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب عطا فرمائی وہ متقین کے لئے ہدایت ہے۔

ہم نے پچھلی چار نشستوں میں پہلی سے لے کر تیرہویں آیت تک کی تفسیر بیان کی تھی۔ آج ہم چودھویں پندرھویں اور سولھویں آیت کی تفسیر بیان کریں گے۔

چونکہ کافی وقفہ گزر چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ پچھلی آیات کی تفسیر کا مختصراً ذکر کر دوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ تا مُفۡلِحُوۡنَ ○ پہلی آیت تو الٓمّٓ ہے۔

بقیہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف کی ہے۔ کہ ایک تو ان کے لئے ہدایت ہے، جو متقی ہیں وہ ایمان بالغیب رکھتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان سے پہلے جو کچھ بھی نازل ہوا، اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ بھی

Marfat.com

نازل ہوا اس میں کلام پاک اور حدیثِ قدسی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہے خواب میں، چاہے جاگتے ہوئے یا جس طریقے سے بھی جو بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں پہنچیں، وہ سب شامل ہیں۔ ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہو۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر ایمان ہو، جو کچھ انہوں نے فرمایا اور ان کے اسوۂ حسنہ پر ایمان ہو، اُن کے خلقِ عظیم پر ایمان ہو۔ اور ان کی چھوڑی ہوئی وراثت پر ایمان ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ یہ راہِ ہدایت پر ہیں۔ اور کامیابی پر ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرۃ کی دو آیات یعنی چھٹی اور ساتویں میں کفار کے متعلق بیان کیا۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کو چاہے آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، ان کے لئے برابر ہے۔ ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب پر مُہر لگا دی ہے، اور ان کی سماعت پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔ تو ان کی تعریف یہ ہے کہ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے

ہیں لیکن ایمان نہیں لاتے۔ وہ ان کا کلام سُنتے ہیں مگر ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ کلام ان کی سماعت سے ان کے قلب پر نہیں پہنچتا۔ حالاں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ کمال ہے کہ لوگ غصّے میں ان کو قتل کرنے کے لئے آتے ہیں مگر جب سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں:

"اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔"

اور پھر اللہ تعالیٰ وہ انسان ان میں پیدا کر دیتا ہے، جو کھُلے عام اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں، کھلے عام اذان دیتے ہیں۔ اور کھُلے عام نماز پڑھتے ہیں۔ وہ اللہ کے دین کو ساری دُنیا میں پھیلاتے ہیں۔ اور اسلامی حکومت کی حدود اتنی وسیع کر دیتے ہیں کہ تمام عرب کا علاقہ، عرب سے لے کر عجم تک وہ اسلامی مملکت کا حصہ بنتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے جب تمہارے دو گروہوں کے زمرے کا ذکر فرما دیا، یعنی مومنین اور کافروں کا۔ تو پھر ان کے درمیان جو لوگ ہیں ان کا بھی ذکر فرما دیا یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور کافروں میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ہم کافر ہیں۔ ان کا ذکر اگلی آیت میں

کیا ہے۔ آٹھویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" وَمِنَ النَّاسِ ..... بِمُؤْمِنِيْنَ o"

کچھ لوگ آپ سے آ کے کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ ایمان اس لئے نہیں لائے کیوں کہ صرف کہہ دینے سے ایمان نہیں ہوتا۔ ایمان کی تو ایک روشنی ہوتی ہے۔ جب دل سے انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانا، تو یہ ایمان والے لوگ نہیں ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا:

" يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ..... يَشْعُرُوْنَ o"

یعنی یہ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں، اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں، دراصل وہ اپنی ذات کو دھوکہ دیتے ہیں۔ لیکن وہ جانتے نہیں، انہیں یہ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ وہ اللہ کو دھوکا نہیں دیتے بلکہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں دین و دنیا دونوں رہیں۔ دنیا ہاتھ سے نہ جانے کے لئے وہ کفار اور مشرکین کے پاس جاکے بیٹھتے ہیں، اہل ثروت کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں۔

اور ان کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کے پاس آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور تمہارے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کا ایک اور مرض بتاتا ہے:

"فِیْ قُلُوْبِهِمْ .... یَکْذِبُوْنَ ۝"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے قلب میں ایک مرض ہے جس کی وجہ سے ایمان ان کے قلب تک پہنچتا نہیں وہ زبان سے تو کہتے ہیں، لیکن ایمان دل تک نہیں پہنچتا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں پھر ان کی تیسری صفت یہ بتائی کہ وہ دراصل دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں۔ جب ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مصلحین ہیں۔ اس لئے کہ ہم تو کفار اور مسلمانوں میں امن و سکون قائم کرتے ہیں۔ مدینے کی بستی میں امن قائم کرتے ہیں۔

منافقت ایک فساد ہے۔ جب ان سے کہو کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ، تو کہتے ہیں نہیں ہم تو کام سنوارتے ہیں، ہم تو

یہاں صلح قائم کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم جہاں جاؤ خبردار ہو جاؤ۔ منافق لوگ خود ہی مفسد ہیں۔ ان کو احساس نہیں ہے، شعور نہیں ہے کہ اپنے اندر وہ فساد پھیلا رہے ہیں۔

تیسری بات یہ تھی کہ مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ یہ مسکین لوگ ہیں، جائیدادیں چھوڑ کے مکّہ سے آئے ہوئے ہیں۔ یہ تو غریب غرباء کا دین ہے، ہم جیسے روساء کو کیا پڑی ہے" وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا... يَعْلَمُوْنَ ﴿﴾" کہ وہ صاحب ایمان کو کمتر سمجھتے ہیں احساس برتری میں مبتلا ہیں۔ جب ان سے کہو کہ تم اس طرح ایمان لاؤ جس طرح عوام الناس ایمان لا رہے ہیں، جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی فدا ہو جاتے ہیں، تو کہتے ہیں کیا ہم غریب غرباء کی طرح سے ایمان لائیں۔ بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے" دراصل یہی لوگ بے وقوف ہیں، یہ اپنی عاقبت سے بے خبر ہیں، یہ نہیں جانتے کہ دین اور دنیا ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ دنیاداری اور کفار اور مشرکین کے ساتھ رواداری اور تعلقات اور پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ

وسلم کی غلامی یہ دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ اور پھر منافقت یہ کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ مسلمان رہتے ہیں اور شیطانوں کے ساتھ شیطان۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا" یہاں سے ہم نے" وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ" تک پچھلی نشست میں بات کی تھی، آج ان تین آیات کی تفسیر آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

"وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ..... مُسْتَھْزِءُوْنَ ۝" تو جب اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، جو ایمان لائے ہیں، جو صاحبانِ ایمان ہیں، ان سے ملتے ہیں تو کیا کہتے ہیں" قَالُوْٓا اٰمَنَّا" جب صاحبانِ ایمان کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ہم سب ایمان لے آئے ہیں" وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ"۔" خَلَوْا" جو ہے خلوت سے ہے۔ تو جب تنہائی میں ہوتے ہیں شیطانوں کے ساتھ تو پھر کیا کہتے ہیں:

" قَالُوْٓا" یعنی کہتے ہیں" قَالَ اِنَّا مَعَکُمْ"۔ میں تو آپ کے ساتھ ہوں۔ جب خلوت میں ہوتے ہیں تنہائی میں ہوتے ہیں، شیطانوں کے پاس ہوتے ہیں تو شیطان سے

Marfat.com

کہتے ہیں میں توآپ کا شاگرد ہوں، میں توآپ کے ساتھ ہوں۔ "اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَہْزِءُوْنَ" یہ آیت کریمہ اُتری اُن منافقین کے چہرے پر سے نقاب اُتارتی ہے جو اپنے آپ کو مسلمان بنا کر جاتے تھے اور منافقت کی باتیں کرتے تھے۔

عبداللہ بن اُبَی جو بہت بڑا راھب بھی تھا اور منافق بھی۔ اس کی دوستی یہودیوں، مشرکین اور عیسائیوں سے تھی۔ مدینہ منورہ میں چونکہ سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے، اس لئے مدینہ منورہ میں اپنے آپ کو معتبر رکھنے کے لئے اس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔ لیکن درپردہ مشرکین کے ساتھ سازش کرتا تھا۔ یہودیوں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کرتا تھا مسلمانوں کے ساتھ نماز بھی پڑھتا تھا اور جہاد میں بھی شرکت کرتا تھا لیکن تھا مسلمانوں کا دشمن۔

ایک دفعہ جب اس کی ملاقات مسجد نبوی میں جاتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی، تو اس نے کہا آپ تو بہت بڑے بزرگ ہیں، آپ تو صاحبِ ایمان ہیں۔ اور آپ بنی تمیم قبیلہ کے سردار ہیں۔ آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار ہیں۔ اور آپ نے تو سب کچھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا ہے۔ میں توآپ

Marfat.com

ہی کی طرح مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اسی طرح اس نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی ہاتھ ملایا اور کہا۔ مبارک ہو یا سیدنا عمر فاروق! آپ بنی عدی کے سردار ہیں، اسلام کے علمبردار، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار! میں تو آپ جیسا مسلمان بننا چاہتا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ نے باطنی نگاہ دی تھی۔ آپ اس موقع پر تشریف فرما تھے آپ نے کہا۔ اے عبداللہ! رب سے ڈر۔ منافقین اللہ کی نگاہ میں سب سے بدتر ہیں۔ تو عبداللہ بن ابی نے کہا کہ مجھے آپ منافق کیوں کہتے ہیں۔ میرا ایمان تو آپ جیسا ایمان ہے۔ میں آپ ہی کی طرح کلمہ طیبہ" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھتا ہوں، میں جہاد بھی کرتا ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کا راز فاش کرنے کے لئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے یہ آیت مبارکہ نازل کی۔

"وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا"

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے جب ملتا، جو ایمان لا چکے تھے تو کہتا میں ایمان لایا۔ وَاِذَا خَلَوْا .... مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ جب وہ شیطانوں کے

Marfat.com

پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں " قَالُوا اِنَّا مَعَکُمْ " ہم تو تمہارے ساتھ ہیں " مَعَکُمْ " یعنی فلاں کی معیت میں فلاں کے ساتھ " لَا تَہِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ' اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا " جب غارِ ثور میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر صدیق تھے۔ اور ڈر تھا کہ کفار آ کر کہیں دیکھ نہ لیں کہ وہ چھپے ہوئے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان تھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

" لَا تَہِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا "

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان " ثَانِیَ اثْنَیْنِ... فِی الْغَارِ " کہہ کر بیان کی ہے۔ یعنی اس غار میں جو دوسری ہستی تھی۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل فرمائی۔

تو جب یہ صاحبانِ ایمان اور خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محفل میں جاتے تو ان سے کہتے تھے کہ ہم تو ایمان لائے جیسے آپ ایمان لائے ہیں۔ جب شیاطین کے شاگردوں کے پاس جاتے تھے۔ شیاطین کا مطلب ہے سرکش، جو حد سے تجاوز کر جائے۔ یہ لوگ یعنی کفار اور مشرکین ان کی محفلوں میں جاتے تھے۔ " قَالُوا اِنَّا مَعَکُمْ " یعنی ہم

تو تمہارے ساتھ ہیں "اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ" ہم تو تمہارے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ ہم نے کتنی اچھی چال چلی ہے۔ ان کو دھوکے میں رکھا ہے۔ دراصل ہم تمہارے ساتھ ہیں لیکن ہم نے ان کے ساتھ چالبازی کی، ان کو دھوکے میں رکھا۔ اور مسلمان ہو گئے۔ اور وہ اس وجہ سے ان کے راز حاصل کرتے ہیں جب وہ باتیں کرتے ہیں تو ہم تم تک پہنچاتے ہیں۔ ہم تو تمہارے شاگرد ہیں، تمہاری جاسوسی کرتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ شیاطین کا مطلب صرف ابلیس نہیں ہے بلکہ وہ تمام لوگ ہیں جو حد سے زیادہ تجاوز کر گئے ہیں۔ جو طغیانی میں ہیں، جو سرکش ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں، جو کاہن اور نجومی، پنڈت ہوتے تھے، ان کے پاس شیطان آتے تھے، ان کو سکھانے کے لئے طور طریقے بتاتے کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کریں۔ تو وہ کفار اور شیاطین، مشرکین اور ملحدین کے شک و شبہے کو دُور کرنے کے لئے ان سے کہتے تھے۔ ہم تو ان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ چالبازی کر رہے ہیں، ان کو دھوکہ دے رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ کہ وہ ہمیں دھوکہ نہیں دے رہے بلکہ اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

"یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ.... اَنْفُسَھُمْ"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہ رہے ہیں دراصل وہ اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ؛ یہ کہ جب انہوں نے کہا کہ" قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ.... مُسْتَھْزِءُوْنَ ہ" تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا: " اَللّٰہُ یَسْتَھْزِءُ بِھِمْ ...... یَعْمَھُوْنَ ہ"

وَیُمُدُّھُمْ کی جو (Root) مخرج ہے وہ مَدَّ ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو مہلت دینا۔ یعنی ہم نے ان کی طغیانی میں ان کی سرکشی کی رسّی ڈھیلی کردی ہے۔ مدد کی ہے۔ ان کو مہلت دے دی ہے۔ دوسرا اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ہم نے ان کی طغیانی کو باندھنے میں مدد دی۔ یعنی ان کو کھلا چھوڑ دیا۔ اور اگر انہوں نے سرکشی کی تو ہم نے ان کو زیادہ سرکش ہونے دیا، اس لئے کہ اس کی سزا تو ان کو ملنی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: " اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ" دراصل اللہ تعالیٰ نے ان کا مذاق اڑایا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اور مومنین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو سمیع و بصیر ہے۔ اس کی ذات کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اس طرح جو اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑانا چاہتا ہے، دراصل اللہ تعالیٰ اس کا مذاق اڑاتا ہے کہ اس بے بس انسان کو میرے پاس آنا ہے اور ایک دن سب کچھ کھو جانا ہے۔ سارے اعمال سامنے آجانے ہیں، تو یہ خود ہی قابلِ مذاق ہے، یہ میرا مذاق کیا اڑائے گا۔

" وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ " اور اللہ تعالیٰ ان کی سرکشی کو اور بڑھا دیتا ہے۔ دراصل وہ بھٹکے ہوئے گمراہ لوگ ہیں ان کی سرکشی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ بالکل گمراہ ہو جاتے ہیں، وہ جسے استہزار کہتے ہیں "مُسْتَهْزِءُونَ" یعنی ہنسی مذاق اڑانا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل ہر وقت کسی نہ کسی کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کی قوم تو جاہل ہے، مذاق اڑاتی رہتی ہے، کیا آپ ان میں سے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بات سے بچائے کہ میں جاہل ہو جاؤں۔

دراصل کسی کا اس کی برائی کے لئے یا اس کو کمتر سمجھنے کی

Marfat.com

نیّت سے مذاق اڑانا، یہ جہالت کے مترادف ہے۔ یہ کسی پیغمبر کا کہنا ہے، لیکن جن چیزوں کو انسان کے لئے منع کیا ہے، وہ اللہ کے لئے منع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر خود مختار ہے کہ وہ کسی باغی کو، کسی گنہگار سے کس طریقے سے برتاؤ کرے۔

تو جو لوگ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرتے ہیں، شیطانوں کی شاگردی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ تو خود اس شخص کے ساتھ مذاق پیدا ہو جاتا ہے۔

استہزاء مسلمانوں کے ساتھ دو صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک تو کوئی خود اس کا مذاق اڑائے، کوئی دوسرا دشمن تو اس کو حق ہے کہ وہ بطورِ جواب کے اس کا مذاق اڑا سکتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اگر اس میں کسی کی بُرائی کا پہلو نہیں ہے، تو وہ خوشی کے لئے مذاق کر سکتے ہیں لیکن مذاق میں اس کی تضحیک کا پہلو نہ ہو۔

اس کی دو مثالیں ہیں۔ ایک تو حضرت حسن بن ثابت رضی اللہ عنہ جب نعت فرماتے تو کفار کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعا دیا کرتے تھے، اور ان کی تعریف کیا

Marfat.com

کرتے تھے۔

تو اس صورت میں جب آپ کے دشمن آپ کے دین کا اور آپ کا مذاق اڑائیں تو آپ ان کا مذاق اڑا سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خوشی کے لئے آپ مذاق کر سکتے ہیں۔ وہ استہزاء کے زمرے میں نہیں آتا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر سے نکلے اور مٹی پر لیٹ گئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ ابوتراب کیا بات ہے۔ مذاقاً ان کا یہ لقب رکھ دیا۔ "مٹی کے ابا" ابوتراب تو یہ بھی ایک مذاق تھا۔ ہلکا پھلکا لیکن یہ جائز ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلّیوں کا بہت شوق تھا۔ اس لئے ان کا نام ابو ہریرہ رکھ دیا۔ بلّیوں کے ابا۔ یہ مذاق ہے، لیکن اس میں کوئی بُرائی کا پہلو نہیں ہے میں اس لئے ساتھ بتا رہا ہوں تاکہ مسئلہ بھی آجائے۔

تو یہ لوگ جو کہ دین اور دنیا کو ایک ساتھ رکھنا چاہتے ہیں یہ دھوکے میں خود ہی اپنا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی جو کہ اللہ تعالیٰ کو اور صاحبانِ ایمان کو اور مومنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، ان کا مذاق اڑاتے ہیں، وہ دراصل اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں اور اپنا

Marfat.com

مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں۔ ان کی مثال دی ہے اگلی آیت میں، یہ سولھویں آیت ہے۔ "اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡ ..... بِالۡهُدٰی" ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گمراہی کو خریدے۔

انہوں نے خسارے والی تجارت کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خسارے والے تاجر ہیں۔ انہوں نے ایمان بیچ کر کفر خریدا ہے، انہوں نے ہدایت بیچ کر گمراہی خریدی ہے۔ انہوں نے کامیابی بیچ کر ناکامی خریدی ہے۔ "اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡ ..... هُدٰی" اشتراء کہتے ہیں خرید و فروخت کو۔ منافقین یہ وہ لوگ ہیں جن کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو کہ گھاٹے کی تجارت کرتے ہیں۔ جو ہدایت بیچ کر گمراہی خریدتے ہیں۔ جو کامیابی دے کر ناکامی خریدتے ہیں۔ جو عقل اور فہم بیچ کر دھوکہ اور مذاق خریدتے ہیں۔

"فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ" "ربحت" کیا چیز ہے؟ منافع۔ پس ان کی تجارت میں کوئی منافع نہیں ہے۔ وہ تجارت جس میں ایمان بک جائے اور کفر خریدا جائے ہدایت بک جائے اور گمراہی آجائے۔ کامیابی بک جائے ہاتھ سے چلی جائے اور ناکامی آجائے، اس طرح کی تجارت تو سراسر گھاٹے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَمَا رَبِحَتۡ

Marfat.com

تِجَارَتُھُمْ ۔ پس ان لوگوں کی تجارت میں کوئی منافع نہیں ہے۔ اور" وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ" اور یہ لوگ ہدایت پانے والے لوگ نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے یہ آگ لے آئے۔

اگلی آیت سترھویں آیت ہے کہ" مَثَلُہٗ کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا" ان کی مثال تو ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے آگ سلگائی اور اس کے چاروں طرف بیٹھ گئے اور جب روشنی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس روشنی کو چھین لیا اور آگ بجھا دی۔ وہ اندھیرے میں بیٹھے ایک دوسرے کو ٹٹول رہے ہیں۔ ان کو راستہ ہی نہیں مل رہا ہے۔ کہ کون کہاں ہے اور کدھر جائیں؟

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" مَثَلُھُمْ کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا" ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ سلگائی" فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَہٗ" پس اس کے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ جونہی روشنی پھیل گئی تو پھر کیا ہوا ___؟
" ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ اللہ تعالیٰ ان کی روشنی اٹھا لے گیا۔
"وَتَرَکَھُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ" اور ان کو چھوڑا" ترک" چھوڑنے کو کہتے ہیں، ترکہ وہ ہے جو کچھ چھوڑا جائے" وَتَرَکَہٗ"

Marfat.com

اوران کو چھوڑا۔ فِیۡ ظُلُمٰتٍ اندھیرے میں۔ اب ان کو کچھ نظر نہیں آتا۔

تو یہ لوگ جنہوں نے ایمان کی روشنی تو حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن ساتھ ساتھ اس ایمان کو کفر کے بدلے بیچ بھی دیا۔ اس ہدایت کو ضلالت کے بدلے بیچ دیا۔ اس کامیابی کو بیچ دیا ناکامی کے بدلے۔ یہ تو ایسے ہے جیسے انہوں نے روشنی کی، چارسُو روشن ہوا۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ روشنی چھین لی۔ اور پھر ان کے سارے ماحول میں اندھیرا چھا گیا اوران کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اور وہ گمراہ ہو گئے۔

"صُمٌّ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ"

یہ لوگ بہرے ہیں، یہ لوگ گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ نہ کان میں سماعت ہے کہ ہدایت کی باتیں سُن سکیں۔ نہ ان کے کانوں میں استطاعت ہے کہ وہ نیکی کی بات، ایمان کی بات سُن سکیں اور نہ ان کی زبان میں یہ طاقتِ گویائی ہے کہ وہ ایمان کی بات کہہ سکیں۔ حق بات کہہ سکیں۔ وہ حق کی گویائی سے محروم ہیں، وہ حق کی سماعت سے محروم ہیں۔ اور وہ حق کے مشاہدے سے محروم ہیں۔ اس لئے کہ عُمۡیٌ یعنی وہ اندھے بھی ہیں فَهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ پس یہ لوگ

اب ایمان کی طرف نہیں آسکتے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین کی خاطر یہ آیت اُتری تھی کہ ان کے لئے پریشان نہ ہوا کریں۔ کیونکہ یہ جو منافقین اور کفار ہیں، ان کا انجام بُرا ہے۔ ان کے پاس نہ تو سماعت ہے، نہ بصیرت ہے تو یہ کیسے آپ کی بات سُن سکتے ہیں۔ یہ لوگ اب گمراہ ہو چکے ہیں، اب یہ آپ کے پاس نہیں آئیں گے۔ آپ اپنا وقت ضائع مت کریں۔

اب انشاء اللہ تعالیٰ ان کے بعد اگلی چار آیات ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حق پہ استقامت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان میں اور ہمارے اعمال میں اخلاص عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں منافقت سے محفوظ رکھے۔ چاہے وہ منافقت عملاً ہو یا قولاً ہو۔ ہمارا قول بھی حق پہ ہو اور ہمارا عمل بھی حق پہ ہو۔ ہمارے ظاہر اور باطن میں جو فرق ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دُور فرمائے۔ ہمارے باطن کو ظاہر سے بہتر فرمائے۔ اور ہمیں راہِ ہدایت عطا فرمائے۔

واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ الٓمٓ سورہ البقرہ
آیت نمبر ۱ تا ۲۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ يَاحَبِيۡبَ اللّٰه

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى
لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ
الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ
بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَةِ
هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنۡ
رَّبِّهِمۡ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ اِنَّ
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ
اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ ؕ وَعَلٰٓى اَبۡصَارِهِمۡ
غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ

Marfat.com

مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ
وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَ
اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا
نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ
وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ
اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ
اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ
اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا
اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ
مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي
اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ
اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝

يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝
اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ
یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ
حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۝ یَكَادُ
الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ
مَّشَوْا فِیْهِ وَ اِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا وَ لَوْ شَآءَ
اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ:۔ وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو، وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں۔ اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔ اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا۔ اور آخرت پر یقین رکھیں، وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مُراد کو پہنچنے والے۔ بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے، انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ،

Marfat.com

وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں
پر اور کانوں پر مہر کردی۔ اور ان کی آنکھوں پر گھٹا
ٹوپ ہے۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب۔ اور
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان
لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ فریب دینا چاہتے
ہیں اللہ اور ایمان والوں کو۔ اور حقیقت میں
فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں
شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے، تو اللہ
نے اُن کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لئے
دردناک عذاب ہے بدلہ اُن کے جھوٹ کا اور
جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے
ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ سُنتا ہے! وہی
فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔ اور جب اُن
سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے
ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔
سُنتا ہے! وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔ اور
جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے۔
اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو

Marfat.com

کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں. ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی، تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔ اُن کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اُٹھا اللہ اُن کا نُور لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سُوجھتا۔ بہرے گونگے، اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں۔ یا جیسے آسمان سے اُترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک۔ اپنے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس رہے ہیں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے۔ اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی، جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے۔ اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے

Marfat.com

کان اور آنکھیں لے جاتا، بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

عزیزو! سورہ بقرہ کی شروع کی بیس آیات میں نے تلاوت کی ہیں۔ آیت "الٓمٓ" تو مقطع ہے۔ دوسری آیت سے چھٹی آیت تک مومنین کا ذکر ہے کہ ان کی کیا پہچان ہے۔ ساتویں اور آٹھویں آیت جو ہے وہ کافرین کے متعلق ہے اور ۹ سے بیسویں تک کی ۱۲ آیات منافقین سے متعلق ہیں۔ میں نے پہلے پندرھویں آیت تک کی تفسیر بیان کی تھی۔ وہ مختصراً یہ کہ منافقین کی پہچان یہ بتائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور مومنین سے دھوکہ کرتے ہیں لیکن دراصل وہ خود ہی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو تو دھوکہ دے نہیں سکتے اس لئے کہ وہ سمیع و بصیر ہے۔ وہ مومنین کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی وحی کے ذریعے بروقت مومنین کو ان کے متعلق آگاہ کردیتا ہے۔ اس میں کچھ آیات منافقین کے بعض اعمال کے بارے میں ہیں اور دھوکہ دہی کے ارادوں سے باخبر رکھنے کے لئے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ خود اپنے سے دھوکہ اور دوسرے مومنین کو دھوکہ دینے کی کوشش

کرتے ہیں لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتے، انہیں خود اس کا شعور نہیں کہ دراصل وہ خود اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

ایک اور بات یہ بتائی کہ دراصل ان کے دل مریض ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ نورِ ہدایت کو اپنے قلب میں رکھ سکیں، سنبھال سکیں اور ان کا مرض دن بہ دن بڑھتا چلا جاتا ہے اور ان کے لئے ایک بہت بڑا عذاب ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ایمان کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولتے ہیں۔ اور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور مومنین کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ اور جب کافروں کے پاس جاتے ہیں، تو کہتے ہیں ہم تو ان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ تو اس جھوٹ اور مکروفریب پہ ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم دنیا میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم فساد تو نہیں کر رہے ہم تو کوشش کر رہے ہیں کہ تم میں اور کافروں میں صلح رہے اور مدینہ منورہ میں امن و چین رہے۔

لیکن ان کو پتہ نہیں کہ وہ اپنے ساتھ بھی فساد کر رہے

Marfat.com

ہیں۔ اور معاشرے کے ساتھ بھی فساد کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بداعمالی میں ایسے ڈھیٹ اور دھوکہ باز ہیں کہ ان میں تکبر بھی آگیا ہے۔

وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنی آنکھوں کو کھلا رکھتے ہیں۔ اپنے کانوں کی سماعت کے لئے ہمہ تن گوش بنے رہتے ہیں کہ کیا ہدایت کی بات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ پھر وہ اپنی زبان سے وہ کلمات دہراتے ہیں۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہم ان جاہلوں گنواروں کی طرح سے کیسے ایمان لے آئیں۔

دنیا میں ہماری دولت، ہمارے مال ہمارے باغات ہماری اولاد سب کچھ ہیں۔ ان سب کی پرواہ چھوڑ کر ہم اللہ کی راہ میں خیرات کر دیں، جو ہاتھ میں ہے صرف کر دیں، زکوٰۃ میں دے دیں۔ یہ سب دنیا کے عیش و عشرت چھوڑ کر اس جنت کے لئے ایمان لے آئیں جس کا ابھی کچھ پتہ ہی نہیں۔ تو یہ ایمان لانے والوں کو جاہل اور گنوار کہتے ہیں۔ دراصل یہ خود ہی بے علم ہیں، ان کو نہ شعور ہے نہ علم ہے۔

اور اس کے باوجود جب یہ صحابہ کرام میں آتے ہیں تو کہتے

ہیں کہ ہم تو ایمان لائے۔ اور جب یہ اکیلے شیطانوں کے گروہ میں ہوتے ہیں، فسادی لوگوں کے، شری لوگوں کے، باغیوں کے پاس جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف مسلمانوں کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دراصل اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ اور وہ یہ مذاق ہے کہ ان کی بغاوت اور سرکشی میں ان کی مدد کرتا ہے کہ جاؤ تم برباد ہونا چاہتے ہو تو اور اچھی طرح سے برباد ہو جاؤ اور اس میں دہکے ہوئے رہو۔ تم کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی نظر نہ آئی۔ تمہاری آنکھوں کو، تمہارے قلب کو راس نہ آئی۔ تمہارے کانوں کو ان کی ہدایت کی باتیں راس نہ آئیں۔ تمہاری زبان کو ان کے کلمات اور میری تسبیح و تہلیل جو ہے وہ راس نہ آئی۔ تم کانوں کے بہرے، آنکھوں کے اندھے، زبان کے گونگے ہو گئے اور تم اسی طرح گمراہی میں پڑے رہو۔

پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مثالیں دے رہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو منافقین ہیں۔ ان کی مثال کیا ہے؟ ایک مثال اللہ تعالیٰ یہ دیتا ہے: "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى" یہ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خریدا۔ "اشتروا"

Marfat.com

کا مطلب ہے خریدنا۔ اپنی نگاہ میں اچھی چیز کی خواہش رکھنا۔ ایک چیز کہ جس کی اس کو ضرورت یا خواہش نہیں ہے۔ وہ اسے دے کر اس چیز کو حاصل کر لیتا ہے جس کی اس کو خواہش ہے۔ پرانے زمانے میں سکّہ و لوٹ تو ہوتا نہیں تھا سونا، چاندی، جواہر، ہیرے ہوتے تھے۔ اس کے بدلے میں چیزیں لیتے تھے۔ گائے بیل کے بدلے اناج لیتے تھے۔ اناج کے بدلے گائے بیل لیتے تھے، جواہرات لیتے تھے۔ اناج کے بدلے کپڑے لیتے تھے۔ تو ان لوگوں کی تجارت ایسی تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

" اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی "۔

کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خریدا ہے ہدایت کے بدلے گمراہی۔ عربی میں جب کہا جائے " اشتروالعب بالکتاب " تو اس کا مطلب ہے " تم نے کتاب بیچ کر کھیل کود خرید لیا "۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہوں نے خریدا کس چیز کو ؟ گمراہی کو اور کس چیز کے ہوئے خریدار ؟ یعنی اپنی ہدایت، اپنا ایمان بیچ کر گمراہی خرید لی۔ اس تجارت کرنے والوں کے پیچھے دو گروہ ہیں۔ ایسی تجارت کرنے والے دو طرح کے لوگ ہیں۔

Marfat.com

ایک وہ یہود و نصاریٰ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے نبیٔ آخر الزماں پر ایمان رکھتے تھے۔ ان کی کتابوں میں لکھا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرے بعد ایک نبی آئیں گے جن کا نام احمد ہو گا۔ اسی طرح یہودیوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا تھا۔ یہ یہود و نصاریٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ایمان رکھتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں آئیں گے کہ جن سے دینِ ابراہیمی کی تکمیل ہو گی، شریعت کی تکمیل ہو گی اور اس کے بعد ساری شریعتیں اور سارے دین منسوخ ہو جائیں گے۔ صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ کی مخلوق کو پہنچا ہوا دین رہ جائے گا۔

ایک تو یہ کیٹگری ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نبیٔ آخر الزماں تو بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں پیدا ہو گئے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل، اس شاخ میں سے نہ تھے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ تو یہ لوگ حقیقت سے پھر گئے، ایمان کو چھوڑا اور کفر کی طرف چلے گئے۔ کچھ تو بالکل ہی کافر ہو گئے۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

جب تشریف لائے تو سب کچھ چھوڑ کر اللہ پر ایمان لے آئے، لیکن پھر دنیا کی محبت غالب آگئی، اور قبیلے کے رشتے غالب آگئے اور پھر وہ دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف بہک گئے۔ تو یہ دو طرح کے لوگ ہیں جنہوں نے کہ ہدایت ملنے کے بعد اس ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔

تو ایسی تجارت کو اللہ تعالیٰ نے "فما ربحت تجارتھم" کہا ہے۔ پس اس میں منافع کوئی نہیں ہے۔ "ربحت" کہتے ہیں منافع کو۔ تجارت وہ اچھی ہے جس میں آپ سرمایہ لگائیں۔ اور وہ سرمایہ بڑھ جائے، جب سو روپے لگائیں اور سوا سو روپے ہو جائیں۔ اور اگر سو روپے گھٹ کر ۹۰ ہو جائیں یا پچاس رہ جائیں تو یہ گھاٹے کا سودا ہے۔

یاد رکھیں کہ ایمانی جو ہے یہ دو قسطوں میں انسان کو ملا ہے۔ ایک تو فطری انسان ہے، پیدائشی طور پر بچہ میں موجود ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے دین کو یاد رکھتا ہے، وہ معصوم ہوتا ہے اس لئے کہ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے اس سے وعدہ لیا ہوا ہے۔ "قالوا بلیٰ ولا"، تو اس طرح وہ اپنے ایمان اور وعدے کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

اس دنیا میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے بادل بن

Marfat.com

کر آئے، رحمت کی بارش برسائی۔ روشنی فرمائی اور اس سے ایمان حاصل ہوا۔ تو جو یہ چیزیں حاصل تھیں ان کو کھو دیا۔ اور وہ ایمانی چیزیں جو واپس اللہ کے پاس لے جائیں گی، یعنی ایمان اور عمل وہ ایسی چیزیں ہیں جو آپ کے ساتھ جائیں گی۔ یعنی جس کا صلہ ملے گا۔ جس کا آپ کو انعام ملے گا، جس کی نعمتیں ملیں گی اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی۔

تو ایسے لوگوں نے کیا کہا؟ منافقین نے، یہ کیا کہ جو مال و دولت لے کر دنیا میں پیدا ہوئے تھے یا جو مزید مال و دولت ایمان کی اور ہدایت کی اس دنیا میں حاصل کی، وہ کوشش کر کے پھر گمراہی کی طرف چلے گئے اور یہ صریحاً گھاٹے کا سودا ہے۔ یہ دنیا کی چیزیں تو ان کے ساتھ واپس نہیں جائیں گی۔ آخرت میں نہ مال نہ دولت اور نہ اولاد، کوئی کام نہیں آئے گی۔ ایمان اور ایمان کے ساتھ عمل ہی کام آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ایسے لوگ جنہوں نے گھاٹے کی تجارت کی، ان کی تجارت میں کوئی نفع نہیں ہے اور ایسے لوگ ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔"

ان کی ایک اور مثال اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ

اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ ..... صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔

یعنی ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جنگل میں جا رہے ہوں رات ہوگئی، گھپ اندھیرا چھا گیا اور انہوں نے آگ جلائی۔ اور آگ سے چاروں طرف روشنی ہوگئی اور جب روشنی ہوگئی، تو ایک دم تیز ہوا چلی اور اللہ تعالیٰ روشنی کو لے گیا۔ اب دوبارہ وہ گھپ اندھیرے میں ہیں۔ نہ انہیں راستہ نظر آرہا ہے، نہ ان کے دل میں اطمینان ہے۔ ان پر خوف بھی طاری ہے۔ اور وہ راستہ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ان کو اس تاریکی میں اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا۔ اس تاریکی میں اس گھپ اندھیرے کی وجہ سے وہ دیکھ بھی نہیں سکتے اور چل بھی نہیں سکتے۔ تو ان کی یہ ایک مثال ہے۔

مثال اللہ تعالیٰ:۔ آگ کی وہ تیز روشنی یا ہلکی مدہم روشنی جن کی انسان کو کشش ہو اس کو نور کہتے ہیں۔ وہ روشنی جو دھیمی ہو لیکن جس میں کشش ہو، جیسے چاند کی روشنی ہے۔ چاند کی روشنی میں کشش ہے، دھیما پن ہے۔ ایک لطافت ہے۔ اور سورج کی روشنی میں کیا ہے؟ تیزی ہے۔ تمازت ہے، گرمی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب کبھی بھی اپنی روشنی، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی، اپنے ایمان کی روشنی کا ذکر کیا،

Marfat.com

تو اس کو نُور کہا" نُور و نار میں یہ فرق ہے۔

اور "ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ" کہ وہ اس کو چھین کر لے گیا۔ حیرانی کی بات ہے کہ اپنی طرف سے تو انہوں نے بہت ترکیب کی تھی۔ آگ جلائی، روشنی کی۔ مگر وہ روشنی ان کی طرف سے چھین لی گئی اور وہ پھر اسی طرح سے گمراہی میں ہیں۔ پھر وہ کیسے ہو گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے وہ روشنی ان سے چھین لی ہے۔ اور ان کو گمراہی میں چھوڑ دیا، اس اندھیرے میں چھوڑ دیا۔ اور وہ اندھیرے میں بے سہارا ہو گئے۔ انہوں نے اس آگ پر توکل کیا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر توکل نہ کیا۔ چنانچہ آگ کی روشنی چھن گئی۔ اور اب وہ اندھیرے میں بے سہارا و بے مددگار ہیں۔

ان کی مثال اب "صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ" جیسی ہے۔ "صُم" کا مطلب ہے "بہرا" کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سماعت عطا فرمائی، کان ان کا بیمار ہو گیا، اس کو عارضہ لاحق ہو گیا۔ بے ایمانی کا، ضلالت کا گمراہی کا۔ بغاوت کا، دھوکے بازی کا اور اب وہ ہدایت کی باتیں سُن نہیں سکتے۔ ان کے کان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے بہرا انسان ہوتا ہے۔

Marfat.com

جس کے کان کی سماعت چلی جاتی ہے۔
اور دوسری ان کی مثال کیا ہے؟ ''بکم'' ان کی زبان بھی بیمار ہوگئی ہے۔ زبان سے قوت گویائی ختم ہوگئی ہے۔ اب حق کی بات ان کی زبان سے نکل نہیں سکتی اور ''عمی''، جو ہیں وہ اندھے ہوگئے ہیں، اب وہ حق کو دیکھ نہیں سکتے۔ ان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ ان کا کان بھی بیمار ہوگیا، کان سے معذور ہوگئے، زبان سے بھی معذور ہوگئے۔ اور آنکھ سے بھی معذور ہوگئے۔ پیدائشی اندھے کو ''عمی'' کہتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہیں جیسے پیدائشی اندھے ہوں۔ اور اب اس کی اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں ہو۔

ایک اندھاپن وہ ہے کہ پہلے اس کی آنکھ تھی، لیکن بعد میں اس کی بینائی چلی گئی ہے۔ دوسرا اندھاپن یہ ہے کہ جس کی آنکھ ہی نہیں ہوتی۔ یعنی پیدائش کے وقت جس آنکھ ہی نہ ہو۔ تو یہ لوگ ایسے نہیں ہیں، یہ پیدائشی اندھے ہیں، لیکن یہ اس طرح پیدا ہوئے، پلے بڑھے کہ ان کی آنکھ میں بینائی نہ آسکی اور یہی وجہ تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال نہ دیکھ سکے۔ کہ وہ روشنی لائے ہیں، جس روشنی سے اندھیرے میں اجالا ہو جاتا ہے۔ اس روشنی سے آپ

Marfat.com

دنیا کے جنگل بیاباں میں تنہا نہیں ہوتے۔ آپ کو راستہ مل جاتا ہے اور آپ اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال دی۔ یہ تو سترہویں آیت تھی کہ یہ ایسے لوگ ہیں جیسے جنگل میں چلے گئے ہوں اور آگ روشن کر کے اپنے چاروں طرف روشنی کر لی ہو اور اللہ تعالیٰ نے وہ روشنی چھین لی۔

اٹھارہویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝" اور اب تو کان اور آنکھ بھی بیمار ہو گئے اور زبان بھی بیمار ہو گئی، آنکھ بھی بیمار ہو گئی۔ اب دین کے راستے پر ان کا واپس آنا مشکل ہے۔

دوسری مثال دی "اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ" یہ ایسی مثال ہے کہ آسمان سے زبردست بارش آرہی ہو۔ ہم کہتے ہیں نا کہ سائنس کے لحاظ سے یہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب بھی بارش کا ذکر کیا تو ہمیشہ یہ کہا کہ آسمان سے بارش آتی ہے۔ اس لئے کہ بارش کی شکل زمین پر نہیں بنتی اس کی شکل آسمان پر بنتی ہے۔ آسمان پر بارش کے فرشتے مقرر ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان سے تیز بارش ہو رہی ہے۔ بارش ہمیشہ آسمان سے ہوتی ہے۔ یہ زمین اور سمندر سب اللہ تعالےٰ

Marfat.com

نے بنائے ہیں۔ اس کے حکم سے ہوئے۔ اس نے کہا کُن توفیکُون یعنی ہوگیا۔ زمین آسمان، سمندر سب کچھ پیدا ہو گئے۔ اس کے حکم سے۔

اوپر سے تمازت آتی ہے تو پانی کی چادر اوپر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ وہاں اس کو ٹھنڈک پہنچا کر ان کو پانی کے قطروں میں تبدیل کرتا ہے یا برف میں تبدیل کرتا ہے یا روئی کے گالوں میں تبدیل کرتا ہے۔ تو اس طرح یا بارش کے قطرے ہوتے ہیں یا اولے گرتے ہیں یا برف باری ہوتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ آسمان سے ہوتا ہے۔ اس کے فرشتے مقرر ہیں اور وہ باذن اللہ کرتے ہیں، تو یہ ان کی مثال ہے۔

یا، اللہ تعالیٰ دوسری مثال دیتا ہے کہ" اوکصیب من السماء " جیسے کہ آسمان سے بارش ہو رہی ہو، مینہ برس رہا ہو" فیہ ظلمات " اور اس کی وجہ سے اِس بارش اور کالے بادلوں کی وجہ سے گھُپ اندھیرا بھی ہوگیا ہو" وَرَعْدٌ " اور کڑک بھی ہو رہی ہو اور بجلی بھی چمک رہی ہو۔ تو یہ منافقین اس ماحول میں ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے کہ یہ گھر گئے ہوں بجلی، بارش اور کڑک کے اندر۔ اور پھر خوف کے مارے ان کا کیا عمل ہو" یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْ اٰذَانِهِمْ " ہاتھ اٹھا کر انگلیاں

اپنے کانوں میں ڈال رہے ہیں، کڑک سے اتنا خوف ان پر طاری ہوتا ہے کہ وہ اس کے خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیتے ہیں "مِنَ الصَّوَاعِقِ" وہ بجلی کی کڑک سے اس رات سے جو "حَذَرَ الْمَوْتِ" موت کے ڈر سے۔

جب انہیں کالے کالے بادل گھرے ہوئے نظر آتے ہیں، جب بجلی کی کڑک سنائی دیتی ہے، جب بجلی کی چمک دکھائی دیتی ہے، تو یہ موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں۔ کہ یہ کڑک کی آواز نہ سنائی دے۔ آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کی آنکھوں کے بند کرنے سے بجلی کا چمکنا تو نہیں ختم ہوگا۔ اوران کے کانوں میں انگلیاں ڈالنے سے بجلی کی کڑک تو نہیں رکے گی۔ بجلی گرتی ہے اللہ کے حکم سے۔ ان پر موت کا خوف بھی طاری ہے، لیکن موت کے خوف کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کر رہے ہیں کہ زندگی اور موت کا وہی مالک ہے۔ بلکہ اپنے کو جھوٹی تسلیاں دے رہے ہیں۔ یا کانوں میں انگلیاں ڈال کر اس کی کڑک سے اپنے آپ کو محفوظ کر رہے ہیں۔ آنکھیں بند کر کے بجلی کی چمک سے محفوظ کر رہے ہیں۔ اور موت سے ڈرے ہوئے ہیں لیکن "وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝" یہ تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے ان کا احاطہ کرلیا ہے، سب کافروں کو گھیر رکھا ہے۔ دشمنوں کو گھیرے میں لے رکھا ہے وہ اس کے قابو سے باہر نکل نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمٰن میں فرمایا ہے: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ " اے جنوں اور انسانوں کے گروہ، اگر تم سے ہوسکے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے کہیں نکل سکو تو نکل بھاگو"۔ آسمان کو چیر کر کہیں باہر بھاگ جاؤ میرے عالم سے میری کائنات سے باہر نکل جاؤ، لیکن تمہارے بس میں نہیں ہے۔ "لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ" رب کے حکم کے بغیر رہائی تمہارے لئے ناممکن ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورہ رحمٰن میں کہ تم دنیا سے زمین و آسمان سے کہیں باہر بھاگ نہیں سکتے۔ اس سورہ بقرہ میں بھی ان سے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ تم جو اندھیرے سے بارشوں سے، بجلی سے، کڑک سے اور چمک سے ڈر رہے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ تمہیں کوئی فرار حاصل ہے، پناہ حاصل ہے ؟ نہیں تمہیں کوئی پناہ حاصل نہیں ہے، اس لئے کہ " وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ " اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو احاطے میں لئے ہوئے ہے، گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ وہ بھاگ کر جا

Marfat.com

نہیں سکتے۔ یہ تو گھاٹے کا سودا انہوں نے کیا ہے۔ دُنیا لے لی ہے، لے لیں، لیکن وہاں جائیں گے تو خالی ہاتھ ہوں گے۔ اور کاندھے بوجھل ہوں گے۔

کاندھوں پر گناہوں کا، بغاوت کا، شرک کا، منافقت کا اور کفر کا بوجھ ہوگا۔ اس بوجھ تلے وہ پُل صراط پار نہیں کر سکیں گے۔ نیچے جہنم میں گر جائیں گے۔ ہاتھ تو خالی ہوگا اور مال سب کچھ دنیا میں رہ جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ " کوئی چیز قریب ہو جائے تو اسے کہتے ہیں، یَکَادُ کہ قریب ہے۔ عنقریب یہ بجلی ان کی آنکھوں سے ان کی بینائی چھین لے گی۔

کُلَّمَآ اَضَآءَ لَھُمْ مَّشَوْا فِیْہِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَیْھِمْ قَامُوْا ؕ" ان کا تو حال یہ ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے، روشنی ہو جاتی ہے، تو یہ چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا باطنی معنی یہ ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتے ہیں تو نمازیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یعنی ان کے دل میں جو ایمان ہے وہ قائم نہیں رہتا۔ قیام پذیر نہیں ہے۔ یہ ذرا

Marfat.com

حضور سے دور ہوئے نہیں تو پھر ایمان پر چلنا بند کر دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمۡ مَّشَوۡا فِيۡهِ" جب ان کے لئے ذرا سی روشنی ہو جاتی ہے، جونہی ذرا سی روشنی ملتی ہے، تو اس میں چل دیتے ہیں۔

"وَاِذَآ اَظۡلَمَ عَلَيۡهِمۡ قَامُوۡا" اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے، جب ان پر ضیاء کی بجائے ظلمت آ جاتی ہے، اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تو "قَامُوۡا" کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اتنی بھی سکت نہیں ہوتی کہ جو راستہ دیکھ لیا ہے، اس پر چلتے رہیں۔

عام مسلمانوں میں اور منافقین میں کیا فرق ہے؟ مسلمان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی روشنی دیکھتے ہیں تو آگے کے راستے کا تعین کر لیتے ہیں۔ اس روشنی میں جو راستہ نظر آتا ہے اس راستے پر استقامت سے چلنا شروع کر دیتے ہیں اور چلتے ہیں۔ جب ایک دفعہ ہدایت کی بجلی چمکتی ہے روشنی ہوتی ہے تو قدم بہ قدم ان کو نورِ ہدایت ملتا رہتا ہے۔ اور قدم بہ قدم کو صراطِ مستقیم پر قائم رہتے ہیں، استقامت کے ساتھ۔ ان کا حال یہ ہے کہ روشنی چمکی تو چل پڑے اندھیرا ہوا تو پھر رک گئے۔ ایمان کی روشنی انہیں اندھیرے میں چلنے

Marfat.com

کی ہدایت نہیں دے سکتی۔ ان کی رہنمائی نہیں کرسکتی۔

وَلَوْشَآءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لے جائے چھین کر ان کی سماعت (یہاں پر واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے) کیوں کہ دونوں کان ایک ہی بات سنتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی سماعت کو ضبط کرلے۔ لے جائے، چھین لے۔ وَلَوْشَآءَ اللّٰہُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے، جیسا کہتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ لَذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ تو ان کی سماعت لے کر چلا جائے وَاَبْصَارِھِمْ۔ یہاں صیغہ جمع ہے یعنی بصارتیں، ان کی بصارتیں چھین لے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ابھی بھی گنجائش ان کے لئے ہے کہ شاید وہ واپس آ جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سماعت ان کی بصارت دونوں چھین لے۔ کہ ان میں صلاحیت ختم ہو جائے گی ان کی۔ ہدایت کی باتیں سننے کی اور ہدایت کو دیکھنے کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کو ہدایت دے سکتا ہے۔ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی ہدایت سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ ان کے کلمات کو سن سکتے ہیں اور

Marfat.com

راہِ راست پر آ سکتے ہیں۔

یہ آیت اس وقت اتری، یعنے اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مسجدِ نبوی میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو شخص اٹھے، کچھ راہ و رسم ہوئی اور اٹھ کر منافقین کی طرف چل پڑے۔ یعنی وہ محفل ایمان کو چھوڑ کر محفلِ منافقین کی طرف دوڑ پڑے۔ جونہی وہ لوگ چلے تو زبردست طوفان آیا۔ کالے بادل گھر گئے۔ بجلی چمکنے لگی۔ اور بجلی کی کڑک گرج شروع ہوگئی۔ ان پر خوف طاری ہوگیا۔ انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں، آنکھیں بند کر لیں اور پھر سوچا اور آپس میں بات کرنی شروع کر دی کہ شاید ہم پر عذاب اس وجہ سے آیا ہے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل چھوڑ کر منافقین کی طرف جا رہے ہیں۔ تو اللہ تعالٰے نے ان کے دل میں خوف اور ایمان پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو چھین لے اور نہ چاہے تو راہِ راست پر لا سکتا ہے۔

تو انہوں نے توبہ کی کہ یہ مصیبت ہم پر اس گمراہی کی وجہ سے آئی ہے۔ اور انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر توبہ کر لیں اور معافی مانگ لیں۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے حضور ہم پھر حاضر ہو جائیں، تو شاید اللہ تعالیٰ ہم پر فضل کرے، رحم کرے اور ہمیں ایمان دوبارہ عطا فرما دے۔ اور ہمیں راہِ راست پر لائے۔

لہٰذا دونوں گئے اور جا کر معافیاں مانگیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کرم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ان پر اور وہ سچے مسلمان ہو گئے۔ تو اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ لوگ جو پہلے ایمان لائے۔ لیکن منافقین کے کہنے اور بہکاوے میں آ کر ایمان سے دُور ہو گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرمائے اور ہدایت دے دے اور دوبارہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں تو ان کو دوبارہ ایمان مل سکتا ہے۔

یہ آیت اور یہ بات عام مومنین کے لئے بھی ہے۔ اگر ہم غیر مقلدین اور وہابیوں کے کہنے، ان کی بہکاوے والی کتابوں ان کے لٹریچر سے متاثر ہو کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور بھاگیں۔ اپنی محبتیں ان سے کم کر دیں، اپنی عقیدتیں کم کر دیں، اپنی وابستگی کم کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے، اور ہم پر کرم فرمائے اور ہماری بصارت، ہماری سماعت اور ہمارے نطق کو نہ چھینے تاکہ ہم دوبارہ توبہ و استغفار کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی طرف رجوع ہوں۔ ایک بار پھر ان کی غلامی کے متمنی ہوں، پھر ان کی محبت میں سرشار ہو جائیں۔ استغراق ہو، ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائیں تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور پھر اپنا بنا کر رکھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا: "اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ۔ يَكَادُ ..... قَدِيْرٌ" اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ "شَیْءٌ" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا وجود میں ہونا ممکن ہے۔

جب اللہ تعالیٰ ہر اس چیز پر قادر ہے جس کا وجود ممکن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا محتاج نہیں تو کسی کا شریک نہیں ہو سکتا۔ شراکت داری اسی وقت ہوتی ہے جب اس میں کوئی محتاجی ہو۔ میں اپنے بزنس میں آپ کو پارٹنر اسی وقت بناؤں گا جب مجھے یہ امید ہو کہ آپ کی شراکت سے میرا کچھ فائدہ بڑھ جائے گا، میرا منافع زیادہ ہو جائے گا، میری مینجمنٹ ٹھیک ہو جائے گی یا میرے کلائنٹ بڑھ جائیں گے، اسی لئے شراکت کرتے ہیں۔ اگر میرا بزنس صحیح طرح چل رہا ہے تو میں پھر آپ کو شراکت دار کیوں بناؤں گا،

اپنے منافع میں۔

جب میرے رب ذوالجلال والاکرام کی شان یہ ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" جہاں کہیں کافرین کا اور منافقین کا ذکر ہوا ہے۔ یہی کہہ سکتے ہیں کہ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن کلام پاک میں "اِنَّا" وہاں استعمال کیا گیا جہاں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو تذبذب میں ہیں، یعنی اس کی حاکمیت کو قبول بھی کرتے اور اس میں شبہ بھی کرتے ہیں، یا اس میں شراکت کرتے ہیں۔ ایسے موقعے پر اللہ تعالیٰ زور دے کر کہتا ہے کہ بیشک بیشک تمہارا جو شک ہے وہ بلاجواز، تمہارے وسوسے بلاجواز، تمہارا تذبذب بلاجواز، تمہاری ظلمت گمراہی سب بلاجواز ہیں۔ اس لئے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر اس چیز پر قادر ہے، جس کا وجود ممکن ہے۔ اگر ہر اس چیز پر قادر ہے جس کا وجود ممکن ہے تو وہ کسی کا شریک نہیں ہے۔ فرشتوں کا وجود ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا وہ فرشتوں کے وجود پر قادر ہے۔ تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے۔ وہ ان کے پیدا ہونے پر، ان کے خلق پر قادر ہے، وہ اس

کے شریک نہیں ہو سکتے، وہ اس کی بیٹیاں نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے خلق پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نبیوں کی بعثت پر قادر ہے، جس کو چاہے نبی بنائے جس کو چاہے نہ بنائے۔ لہٰذا کوئی نبی یا کوئی انسان اس کا شریک نہیں ہو سکتا اور اس وجہ سے اس کا شک صریحاً گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا،

حضرت عزیر علیہ السلام کو یہودیوں نے کہا خدا کا بیٹا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصرانیوں یعنی عیسائیوں نے کہا خدا کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز پر قادر ہے، انسان کی خلق پر قادر ہے، نبی کی بعثت پر قادر ہے، جس پر وہ قادر ہے وہ اس کی حکمرانی کا شریک نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے دریا بنائے، آگ بنائی، سانپ بنائے، ہاتھی بنائے، اچھی روحیں بری روحیں سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ تو اس وجہ سے یہود کا دین بھی باطل ہے۔ نصاریٰ کا دین بھی باطل ہے، ہنود کا دین بھی باطل ہے۔ ہنود اللہ تعالیٰ کی تابع قوتوں یعنی آگ، ہوا، پانی، دریا کو خدا مانتی ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی حکمرانی کا شریک کرتی ہیں۔ کبھی گنگا سے معافیاں مانگ رہے ہیں، کبھی جمنا سے مانگ رہے ہیں، کبھی آگ

Marfat.com

کی پرستش کر رہے ہیں، کبھی سانپ کی پرستش کر رہے ہیں۔ کبھی کسی بدروح کی، کالی دیوی کی پرستش کر رہے۔ ان ساری چیزوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فرمان" اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" سے باطل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی بصارت کو قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی سماعت کو قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں اس کی صلاحیت کو قائم رکھے۔ تاکہ اس دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے روشنی ہو اور اس میں ہدایت جاگزیں رہے، اس میں ایمان قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے محفوظ فرمائے جن اعمال پہ چل کر لوگ گمراہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال پر استقامت عطا فرمائے جو اعمال اس کو اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

Marfat.com

پارہ الٓـمّٓ سورہ البقرہ
آیت نمبر ۲۱ تا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ
وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ الَّذِیْ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا
وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا
نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ

Marfat.com

تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَۃُ ۚ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ○

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اُتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔ اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرما دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار کر رکھی ہے کافروں کے لئے۔

Marfat.com

پچھلی محفل میں ہم نے بیسویں آیت تک کی تفسیر بیان کی تھی۔

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا..... تَتَّقُوْنَ o"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تم سب کا خالق میں ہوں۔ میں تمہارا پروردگار ہوں، میں اللہ ہوں اور میں خالق ہوں۔ اور اپنے خالق ہی کی عبادت کرنا چاہیئے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو، چاہے مسلمان ہوں کافر ہوں، مومن ہوں یا فاسق ہوں سب کو مخاطب کیا ہے۔ "یٰاَیُّھَا النَّاسُ"۔ "یا" کا لفظ ندائیہ ہوتا ہے۔ یا اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ "یا" اظہارِ عذاب کے لئے بھی ہوتا ہے۔ یا ابلیس تحقیر کے لئے بھی ہوتا ہے۔ یا کرامت کے لئے بھی ہوتا ہے، بزرگی بیان کرنے کے لئے بھی۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اور یا محبت کے اظہار کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ تو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اللہ نے اپنے تمام بندوں کو مخاطب کیا ہے۔ "الناس" کا مطلب انسان اور "ناس" کا مطلب ہے بھولنے

Marfat.com

والے۔ اے میرے بندو، تم اس دنیا میں آکر خالق کو بھول گئے ہو۔ تم اپنے آنے سے پہلے کیا تھے اور آنے کے بعد کیا ہو گئے۔ یہ سارے مرحلے جو تم پر گزرے ہیں، تم نے ہر ایک کو فراموش کر دیا۔

تم بھول گئے کہ تم سب نے مل کر کہا تھا کہ قَالُوا بَلٰی۔ یہ دنیا میں آنے سے پہلے تم نے وعدہ کیا تھا۔ میں نے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب ہوں۔ تم نے کہا قَالُوا بَلٰی آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ تم نے وہاں اقرار کر لیا اور یہاں تم مجھے بھول گئے۔ مجھے بھولو نہیں۔

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوا ہم نے اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ پہلے تو تمہیں پیدا کیا۔ تمہاری رُوح کی تخلیق کی، تمہارے جسم کی تخلیق کی، پیدا کیا اپنی شان سے۔ ہم نے ایک نظام خلق کا بنایا۔ تمام مخلوق کو اور تمہیں خلق کیا۔ تم یہ بھی بھول گئے کہ میں نے تمہاری پرورش کی اور میں نے تمہاری تخلیق کی۔ تم دونوں چیزوں کو بھول گئے ہو، تم میری عبادت کرو۔

جب اللہ تعالیٰ عبادت کے لئے مومن سے کہتا ہے، تو وہ کہتا ہے میری عبادت کرو گے تو تم متقی بن جاؤ گے، ڈرنے

والے بن جاؤ گے، پرہیزگار ہو جاؤ گے۔ پاک وصاف ہو جاؤ گے۔ اس لئے کہ عبادت تقوے کی ابتدا ہے۔ جب انسان خلوص کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا ہوتا ہے، اور تواتر کے ساتھ اور تسلسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو تقویٰ اس کے کردار کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

اور یہاں کافروں کو بھی کہا۔ اے کافرو عبادت کرو، یعنی مجھ پر ایمان لے آؤ۔

یہاں منافقین کو بھی مخاطب کیا ہے کہ اے منافقو! میری عبادت کرو مخلص بن جاؤ میرے معاملے میں۔ دھوکے بازی نہ کرو، اس لئے کہ تم اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے ہو۔ میرے ساتھ مذاق نہ کرو اس لئے کہ اپنے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ میرے معاملے میں تم مخلص بن جاؤ۔

مومن سے جب بات کی تو فرمایا کہ میری عبادت میں استغراق اور اخلاص پیدا کرو۔ کافر سے جب بات کرتا ہے، تو کہتا ہے میری عبادت کرو، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ منافق سے جب بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ تم میری عبادت کرو، یعنی تم میرے معاملے میں مخلص بن جاؤ، منافقت نہ کرو۔

Marfat.com

اسی طرح بے نمازیوں سے کہتا ہے کہ تم نماز قائم کرو، روزہ رکھنے والوں سے کہتا ہے کہ میری عبادت کرو، اپنے جسم کی زکوٰۃ دو اور روزہ رکھو۔ بخیلوں سے کہتا ہے کہ میری عبادت کرو، یعنی اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

تو یہاں عبادت کے بہت ہی وسیع معنی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم، اللہ تعالیٰ کی ندا تمام انسانوں کے لئے ہے۔ چاہے وہ مومن ہوں چاہے کافر ہوں، چاہے مشرک ہوں چاہے منافق ہوں۔ ہر ایک کو یہ یاد دلا رہا ہے کہ ان کا خالق بھی رب ہے۔ ان کا پالنے والا بھی رب ہے۔ اور عبادت کے لائق بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اور نہ صرف تمہیں پیدا کیا ہے، یہ اتفاق نہیں ہے یہ میرا نیا دعویٰ نہیں ہے جو میں تمہارا خالق ہوں، میں نے تو ابتداء ازل سے جو بھی چیزیں ہیں ان سب کو پیدا کیا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ" اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے ساروں کو پیدا کیا، اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، جو تمہارے اُستاد ہیں جو تمہارے مُرشد ہیں، جو تمہارے عالم ہیں، جنہوں نے

تم کو گمراہ کیا، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور وہ گمراہی میں آ گئے ہیں اور تم کو بھی گمراہ کیا ہے۔ پیدا انہیں بھی رب نے کیا تھا۔ اور وہ اللہ کو بھول گئے تھے۔

اس لئے یہ فرمایا میں تمہیں پھر موقع دیتا ہوں۔ تم مجھے یاد کرو اور راہِ راست پر آ جاؤ۔ ورنہ کیا ہوگا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔"لَعَلَّكُمْ" میں ایک شبہے اور شک کی بات ہے کہ شاید ہو سکتا ہے، کہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو جائے اور تم عبادات میں اخلاص رکھو، اس میں تواتر قائم رکھو، اس میں تسلسل قائم رکھو، اس میں استغراق قائم رکھو، تو ہو سکتا ہے کہ تم میں تقویٰ آ جائے، تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت مل جائے گی تم اس کے کلام کو سمجھ سکو گے۔ تو اپنی زندگی مشیّتِ الٰہی کے مطابق ڈھال سکو گے۔ اشرف المخلوقات بن سکو گے، تم دنیا میں میرے نائب بن سکو گے۔ اس لئے کہ تم میں یہ صلاحیت آ جائے گی کہ اچھے کاموں کی طرف دوڑو، اور بُرے کاموں سے بچے رہو۔

اور جب تم میرے خواص بن جاؤ گے تو نہ صرف تم نواہی سے بچو گے اور اوامر کی طرف آؤ گے، بلکہ ماسوا اللہ کے ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کہتا ہے آخر میری عبادت کی ضرورت کیا ہے؟ اس کی منطق کیا ہے؟ وہ اس لئے کہ جو تمہیں جلانے والا ہے۔ جو تمہیں مارنے والا ہے، جو تمہارا رب ہے، اس کے ساتھ وفاداری کروگے تو فائدے میں رہوگے۔ میری شان تم جانتے ہو کہ میں کیا کرتا ہوں۔ یہ سارا رزق، تخلیق کا سارا عمل جو ہے، وہ میری طرف سے ہے۔ ربوبیت کا سارا عمل میری طرف سے ہے۔

اور میں نے کیا کہا ہے؟ اب یہاں اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کی شان بیان کرتا ہے "اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا۔" وہی ہے "الذی" اسی رب نے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ جس نے بنا دیا اس زمین کو تمہارے لئے فرش تمہارے لئے بستر۔

ویسے میری تخلیق کی ترکیب یہ ہے کہ سب سے اوپر تو گیس ہے، ہوا ہے، فضا ہے۔ اس کے نیچے پانی ہے۔ اس کے نیچے زمین ہے، تو میں ایسا بھی کرسکتا تھا کہ سارے کا سارا ارض جو ہے اس کے نیچے سمندر ہوتا۔ اور اس کے نیچے مٹی ہوتی اور تمہارے لئے کوئی جگہ نہ ہوتی۔ تم پانی میں غوطے لگا رہے ہوتے۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں

Marfat.com

نے زمین کے کچھ حصّے کو پانی سے اوپر کردیا، تاکہ تمہارے لئے بستر کا کام دے، تمہاری پرورش کا کام دے۔ اور اُس کو رب نے اس طرح سے بنایا کہ واقعی تمہارے لئے آرام دِہ فرش بن سکے۔ نہ میں نے اس کو دلدل بنایا کہ تم اس میں پھنستے چلے جاؤ۔ اور نہ اس کو سخت پتھر کی طرح بنایا، نہ پہاڑ کی طرح سے جس میں سے کچھ اُگ نہ سکے۔ جس پر تم پیر رکھو تو تمہارے پَیر کو تکلیف ہو، جس پر تم لیٹو تو تمہارے بدن کو تکلیف ہو۔

ہم نے ایک اندازے کے حساب سے اس میں سختی اور نرمی پیدا کی۔ نہ اس کو دلدل بنایا تمہارے لئے، نہ اُس کو سخت پتھر کی طرح چٹان بنایا۔ بلکہ ایسا بنایا کہ تمہارے لئے نرم اور آرام دِہ بستر ہو، جس میں سے تم اپنا رزق بھی آسانی سے حاصل کرسکو۔" الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناءً۔" اور آسمان کو تمہارے لئے چھت بنا دیا۔ تم جو چھت بناتے ہو، وہ تو ایک حدِّ فاصل ہو جاتی ہے تمہارے گھر اور بقیہ چیزوں کے درمیان۔ اس چھت کے اوپر سے کوئی چیز نیچے نہیں جاسکتی، تمہاری تخلیق کا عالم تو یہ ہے۔

میری تخلیق یہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے سایہ بنا دیا۔ تمہارا گھر ہے۔ وہ گرمی میں اگر ٹھنڈک کا باعث ہے اور

تمہیں دھوپ سے بچالیتا ہے، تو سردی میں تمہارا گھر سردی سے نہیں بچا سکتا۔ میں نے جو آسمان بنایا اس میں سردی میں تمہارے لئے تمازت بھی ہے اور گرمی میں تمہارے لئے بادل بھی لادیتا ہوں، بارش بھی لادیتا ہوں۔ اور وہاں سے میں رزق اُتارتا ہوں۔ جو کچھ تمہیں زمین میں نظر آرہا ہے یہ تمہارا پیدا کردہ نہیں ہے، یہ میرا اُتارا ہوا ہے۔

تو ہم نے اوپر آسمان کی ایک عمارت بنادی ہے، آسمان کی چھت بنادی ہے۔ پھر کیا فرمایا ہے؟ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اب اس آسمان سے میں بارش برساتا ہوں۔ جو نظام تخلیق کا انسانوں کے لئے ہے، وہی نظام میں نئے رزق کی تخلیق کے لئے کیا ہوا ہے۔ آسمان سے بارش زمین میں جاتی ہے تو اس میں سے اناج پیدا ہوتا ہے تو" وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ ..... رِزْقًا لَّكُمْ"

ہم نے آسمان کو چھت بنایا اور وہ چھت ایسی کہ جس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ چیزوں کو نیچے اُتار سکے۔ وہ بے بس نہیں ہے کہ کوئی چیز آنے جانے میں رکاوٹ ہو۔ تمہارے گھروں کی چھتوں کی طرح سے۔ اور آسمان سے تو پھر اس بارش کی وجہ سے "مِنَ الثَّمَرٰتِ" کچھ پھل تمہارے رزق

Marfat.com

کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے خشک پھل کہا ہے کہ بعض پھل اپنی قدرت سے بغیر بارش کے بھی اور بغیر پانی کے بھی پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے کھجور کہ زمین کی نمی اس کے لئے کافی ہے۔ بارش اس کے لئے ضرورت نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا، بعض پھل جو ہیں انسانوں کے لئے رزق ہیں۔ اور بعض پھل جانوروں کے لئے رزق ہیں۔

انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ میری شانِ ربوبیت دیکھو۔ میں نے اس زمین کو تمہارے لئے ایک مناسب اور متناسب ہیئت عطا کی، تاکہ تمہارے لئے آرام دہ فرش بنے۔ اور تمہارے لئے رزق کا ذریعہ بنے۔ آسمان بنایا اور آسمان ایسا بنایا جس میں صلاحیت ہو میرے رزق کو آپ تک پہنچانے کی۔ اور بارش برسائی اور سارے پھل جو نکلتے ہیں وہ اس کی وجہ سے نکلتے ہیں۔ وہ تمہارا رزق بنتے ہیں۔ کچھ پھل ایسے ہیں جو تمہارے لئے نہیں، تمہارے جانوروں کے لئے ہیں۔

لیکن یہ سمجھ لو کہ ساری کائنات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بنائی۔ اور اس کائنات میں جو چیزیں بنائی ہیں وہ اپنے بندوں کے لئے بنائی ہیں، الناس کے لئے۔

Marfat.com

انسانوں کے لئے بنائی ہیں۔ جانوروں کے لئے جو چیزیں بنائی ہیں وہ انسان کے تابع ہیں۔ اس لئے کہ جانور انسانوں کے تابع ہو کر ان کی خدمت کریں۔

اگر ہم نے گائے، بیل، بھینس، بکریوں کے لئے چیزیں بنائی ہیں، وہ رزق صرف اور صرف اس لئے ہے تاکہ رزق کھا کر وہ انسان کے تابع ہوسکیں، یعنی تمہاری خدمت کرسکیں، تمہارا رزق بن سکیں۔ تمہارا بوجھ اٹھا سکیں۔ تمہارے لئے وہ کھیتی کرسکیں۔ تمہارے وہ کام کرسکیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا " یَاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوا...... تَتَّقُونَ ٥ اے بندو! تم اس بات کو بھول گئے ہو کہ میں ہی تمہارا خالق اور میں ہی تمہارا رب ہوں۔ اگر تم کو میں یاد ہوتا تو تم میری عبادت میں لگے رہتے۔ اور جب میری عبادت میں تسلسل قائم ہوتا تو تقویٰ تمہاری زندگی کا حصہ بن جاتا۔ جب تقویٰ تمہاری زندگی کا حصہ بن جاتا تو تم میں اچھے اور بُرے کی تمیز بہتر ہو جاتی۔ اور میں ہی ہوں جس نے اس زمین کو اس قابل بنایا کہ وہ تمہارا بچھونا بن سکے اور میں ہی ہوں جس نے آسمان کو زمین کی چھت بنایا اور اس میں یہ صلاحیت پیدا کی، کہ وہ میرے پیدا کئے ہوئے رزق کو تم تک پہنچائے۔ اور

Marfat.com

اس آسمان سے میں بارش بھیجتا ہوں، جس سے بہت سارے پھل پیدا ہوتے ہیں اور جن میں سے کچھ تمہاری غذا ہیں۔ بلکہ جو کچھ بھی میں نے پیدا کیا ہے یہ تمہارے لئے ہے۔

اب جب کہ تمہیں پتہ چل گیا کہ میں ہی تمہارا خالق ہوں، اور میں ہی تمہارا رب ہوں۔ میں ہی تمہاری عبادت کے لائق ہوں۔ میں ہی تمہارا واحد معبود ہوں۔ میرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ تو تمہارا فرض یہ ہے کہ تم میرے ساتھ مخلص ہوجاؤ ''فَلَا تَجْعَلُوْا...... تَعْلَمُوْنَ''ہ

پس تم مت بناؤ اللہ کے راستے اس کی مثل، اس کے برابر، کسی اور کو اللہ کے برابر نہ بناؤ، اس کا شریک نہ بناؤ۔ کسی اور کو ایسا نہ سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا شریک ہے۔ تم یہ نہ سمجھو، یہ بت جو بناتے ہو اس کی سفارش سے تمہارے کام بن جائیں گے۔ تم گناہ کرتے رہو گے اور یہ بُت سفارش کرکے تمہیں مجھ سے چھڑا دیں گے۔ تم یہ نہ سمجھو کہ میرا کوئی بندہ اور میرا رسول اتنا بلند ہوگیا ہے کہ میرے برابر ہوگیا ہے۔ میرا بیٹا ہوگیا ہے۔ میری اولاد ہوگیا ہے۔

یاد رکھو! میرا کوئی شریک نہیں۔ میں خالق ہوں، لیکن کسی مخلوق کا، اس سے رشتے اور قرابت کا محتاج نہیں ہوں۔

Marfat.com

میں انسان نہیں ہوں کہ اسے بیٹوں کی ضرورت ہو اور بیٹیوں کی ضرورت ہو۔ میں تو ہر چیز پر قادر ہوں، اور جو ہر چیز پر قادر ہوتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ سارے لوگ بے بس ہیں۔ یہ تمہارے بُت اور تم نے جن لوگوں کو میرا شریک ٹھہرایا ہے، وہ بے بس ہیں میری قدرت کے سامنے۔

اب ان لوگوں کو جنہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت سے انکار کیا اور اس کتاب سے انکار کیا جسے اللہ تعالٰی نے ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ فرمایا ہے، جو کتابِ ہدایت ہے، جو انسانوں کو بتاتی ہے کہ کون تمہارا رب ہے، کون تمہارا خالق ہے اور کس طرح تم عبادت کرو۔ کس طرح تم مخلص بن جاؤ، کس طرح متقی بن جاؤ، کس طرح رب کے بن جاؤ۔ اس کتاب سے استفادہ کرنے والے طریقے بتانے والے اور اس قرآن کی زندہ اور عملی مثال بننے والے، وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن یہ بدبخت ان کی نبوت کے منکر تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کلام الٰہی نہیں ہے۔ یہ تو شاعری ہے۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے

Marfat.com

تھے کہ یہ تو نہ امیر ہیں، نہ انہوں نے علم حاصل کیا۔ نہ تو یہ بڑے عالموں میں شامل ہیں نہ بڑے تاجروں میں اور نہ ہی بڑے سرداروں میں شامل ہیں۔ تو ایسا شخص جس کے پاس دُنیا کا کوئی اسباب عزت نہیں ہے وہ سب سے بہتر کیسے ہو سکتا ہے، لیکن عقل کے ان اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ سب سے بہتر اس لئے ہیں کہ وہ مصطفےٰ ہیں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور منتخب بندے ہیں۔ وہ اللہ کے محبوب ہیں، اس وجہ سے ان کی عظمت، رب کی بندگی میں ہے۔ رب کی محبوبیت میں ہے مصطفائیت میں ہے، مجتبائیت میں ہے۔ تو بتایا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت سے مُنکر ہو۔

تو اب اللہ تعالیٰ نے رب کے منکرین کا ذکر کرنے کے بعد اب نبوت کے منکرین کا ذکر فرمایا ہے کہ "وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ .... عَبْدِنَا" اگر تم شک میں ہو اس کلام کے بارے میں جو ہم نے نازل کیا۔ "نَزَّلْنَا" کہتے ہیں بتدریج کوئی چیز نازل ہو۔

جب بارش کی بات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کہا: "وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ" اور ہم نے اتاری۔ لیکن جو چیز آہستہ آہستہ

قسطوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے، ایک دور میں ایک عرصے میں نازل ہوتی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نَزَّلْنَا"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منکر ہو تمہیں شک ہوا اس لئے کہ میرا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیاوی مال واسباب سے بے نیاز ہے۔ اس کی عزّت اس لئے ہے کہ وہ (اللہ) اس کی عزت کرتا ہے۔ اور وہ اس کو عزت دیتا ہے۔ اس کی عزت کسی دنیاوی مال واسباب اور علم کی مرہونِ منت نہیں ہے۔ وہ دنیاوی اسباب کے محتاج نہیں ہیں اپنی عظمت کے لئے۔ ان کو تو میں نے عظیم بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنے متعلق جب بات کرتا ہے، تو عبد کا خطاب استعمال کرتا ہے۔ جب میں نے قرآن اپنے عبد کی طرف اتارا۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پہ لے جاتا ہے تو فرماتا ہے "میں نے اپنے عبد کو اپنے پاس بلایا" عبد" اپنائیت کا وہ لفظ ہے۔ جو رب کا ہو گیا وہ رب کا عبد ہے۔ رب کہتا ہے کہ میرے اپنے ہونے والوں میں سب سے

Marfat.com

زیادہ میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ دُنیا میں دُنیا والوں پر ان کی عظمت ظاہر کرنا شروع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کو عبد کہہ کر خطاب نہیں کرتا، بلکہ کہتا ہے "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ٥

تو اب جب اپنی محبوبیت کا ذکر کرنا شروع کرتا ہے تو کہتا ہے "یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ٥ یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ٥ طٰہٰ ٥ یٰسٓ ٥" تو اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کے درجات کا اور ان کی فضیلت کا اور موقع محل کا اتنا خیال کرتا ہے۔ یہ تعلیم ہے بندوں کی بھی۔ کہ دیکھو میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خطاب کرتا ہوں تو اہتمام کے ساتھ کرتا ہوں۔ جب اپنی ذات سے رشتہ ظاہر کرتا ہوں تو میں ان کو اپنا عبد کہتا ہوں۔ جب دنیا میں ان کی عظمت کا ذکر کرتا ہوں، تو ان کو رسول کہہ کے پکارتا ہوں، نبی کہہ کے پکارتا ہوں۔ جب اپنا اور ان کا ذکر کرتا ہوں، اپنی محبت کا اظہار کرتا ہوں۔ تو ان کو مزمل، مدثر، طٰہٰ اور یٰس سے نوازتا ہوں۔ تو تم کیا اس شخص کے متعلق چہ مگوئیاں کر رہے ہو کہ یہ کیسے نبی ہو سکتا ہے جو میرے قریب ہونے والوں میں سب سے زیادہ قریب

Marfat.com

ہے جو میرا عبد ہے۔

تو اگر ایسی بات ہے تو آج امتحان ہو جائے تمہارے سچ اور جھوٹ کا، "اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ" اگر تمہیں شک ہے، تو تمہارے شک کا علاج ہم کر دیتے ہیں۔ اگر تم شک کے مرض میں مبتلا ہو "مِمَّا نَزَّلْنَا" اس بارے میں جو کچھ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پہ آہستہ آہستہ اُتارا۔

کفّار کہتے تھے کہ کتاب آنی ہی تھی تو اکٹھے سارے صحیفے کیوں نہیں آ گئے۔ پچھلی بعض کتابیں تو ایک ہی دفعہ میں اُتر گئی تھیں۔ یہ کلام کیوں باری باری اُترا ہے۔ یہ آخری کتاب ہے، یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتر رہی ہے۔ ہم یہ نہیں کہنے والے ہیں، اے میرے رسول! اے موسیٰ! یہ کتاب میں نے اُتار دی، جاؤ جا کے لے لو۔

میرا حبیب میرا حبیب ہے، وہ سید الانبیاء ہے۔ اس کے کچھ اعزازات ہیں۔ اس کے پاس جو کچھ جانا ہے اس کے حساب سے جانا ہے اور اس کے پاس یہ نفس نفیس جانا ہے۔ میرے فرشتے لے کر جائیں گے، اور میری آیات ان تک لے جائیں گے اور پیش کریں گے۔ وہ اسے قبول کریں گے، اسے اپنائیں گے۔ اپنے ساتھیوں تک پہنچائیں

Marfat.com

گے۔ پھر ہم اور پہنچائیں گے۔ ہم ان کی محبوبیت کا رکھ رکھاؤ قائم رکھیں گے۔ ان سے غیریت نہیں برتیں گے کہ جاؤ تم میرے نوکر ہو میرے خادم ہو، میرا پیغام پہنچانے والے ہو، یہ فلاں جگہ میری ڈاک رکھی ہے۔ اٹھا کر لے جاؤ۔ اور لوگوں تک خط پہنچا دو۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔

ان کا خاص درجہ ہے۔ اہتمام کے ساتھ میں نے اُتارا ہے۔ عزت و احترام کے ساتھ اُتارا ہے۔ اور تم اس عزت و احترام پر اعتراض کرتے ہو کہ اکٹھا کیوں نہیں نازل ہوئی۔ تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوئی۔

اچھا اب ایک ٹیسٹ کر لیتے ہیں، تمہارے شک کا ایک علاج "فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" ہم کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا' دینا، لانا، تو "فَأْتُوا" تم لوگ لے آؤ، پس تم لے آؤ اگر تمہیں شبہ ہے کہ یہ انسان کے بنائے ہوئے الفاظ ہیں، انسان کی بنائی ہوئی آیات ہیں، انسان کا بنایا ہوا کلام ہے۔ تو اگر ایک انسان یہ کر سکتا ہے، تو دوسرے بھی کر سکتے ہیں " فَأْتُوا" پس تم لے آؤ۔ جاؤ ڈھونڈو۔ بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ اس جیسی ایک سورۃ ہی لا دو۔

سورت جو ہے وہ کسے کہتے ہیں، کہ وہ ایک ٹکڑا ایک

Marfat.com

حصہ۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کا ایک حصہ ہے۔ ایک سورت۔ اور کم سے کم تین آیات ہوتی ہیں ایک سورۃ میں۔ کلام پاک میں کوئی بھی سورت ایسی نہیں ہے، جس میں تین سے کم آیات ہوں "۔ اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ ..... اَبۡتَرُ" یہ تین آیات کی سورت ہے۔ تو کم سے کم تین آیات کی سورت ہوتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ تم چھوٹی موٹی ایک سورت ہی لا دو۔

تم تو کہتے ہو کہ ہمارے پاس کفّار میں مشرکین میں میرے حبیب سے زیادہ پڑھے لکھے عالم بہت بڑے بڑے شعراء اور بہت بڑے بڑے ادیب ہیں۔ تو جاؤ اگر یہ انسان کا کلام ہے، تو تم ایسی آیات لاؤ یا اس سے بہتر لا سکو گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنۡ كُنۡتُمۡ ..... اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ" اور وہ جو تم گواہ بناتے رہتے ہو، اللہ کے علاوہ دوسروں کو۔ اپنے جادوگروں کو، اپنے کاہنوں کو، اپنے بتّوں کو، اللہ کے علاوہ، تو ان کو بھی بلا لاؤ۔ اگر تم سچے ہو، تمہارے بُت ہی جن کو تم مانتے ہو، اگر وہی اس طرح کی ایک سورت بنا دیں۔ تم ان کاہنوں اور پُجاریوں کو، اللہ کے سوا جن کو گواہ بناتے ہو کہ بھئی ہم آپ کی بات نہیں مانتے، ان کی مانیں گے، تو انہیں کو لے آؤ۔ تمہیں تو پوری اجازت ہے جس کو تم سمجھتے ہو، جس کو اپنا مددگار سمجھتے ہو،

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا گواہ، جن کی تم مثالیں دیتے رہتے ہو۔ ان میں کسی ایک کو لاؤ اور اس جیسی ایک سورت بنا کر دکھاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا" پس اگر تم یہ نہ کرسکو، تم نہ کرسکو گے۔

یہاں ان کے عمل سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنادیا۔ کہ میرا نبی حق پر ہے، اس لئے تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ میرا نبی حق پر ہے۔ سچا کلام اس پہ اُترا ہے۔ میرا نبی سچا، میرا کلام سچا، تم اس کو جھوٹ ثابت نہیں کرسکتے۔

تو جاؤ کوشش کرو، لیکن تم ایسا کر نہیں سکو گے تم ایسی ایک آیت بھی نہیں لاسکو گے۔ تو اب دو صورتیں ہیں۔ اگر تم اس کے باوجود بھی اپنی ڈھٹائی پر قائم رہتے ہو تو پھر تمہارے لئے کیا ہے؟ اگر تم نہ کرسکے تو پھر تمہیں سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنے والے، اور اللہ تعالیٰ کی محبّت کے سامنے لاچار ہونے والوں کا کیا ہوگا۔ اور اس کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہنے والوں کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ اس انجام سے تم ڈرو۔ "فَاتَّقُوْا" یعنی تم بچو، کس چیز سے؟ "النَّارَ الَّتِیْ" اس آگ سے وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ایک بات یہ بھی بتادی کہ یہ جہنم جو اللہ تعالیٰ نے بنائی

Marfat.com

ہے یہ کافروں کے لئے بنائی ہے اور اگر کوئی صاحبِ ایمان اس میں جائے گا تو پاک ہونے کے لئے جائے گا۔ اس آگ میں ڈال کر اس کے گناہوں کا زنگ دھو دیا جائے گا۔ جیسے لوہے کو دھات یا زنگ اُتارنے کے لئے آگ یا بھٹی میں ڈالتے ہیں تا کہ اس کو پھر سے چمکتا بنائیں۔

تو "فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا" یعنی پھر اگر نہ کر سکو تم، اور تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے۔ تم جب لاچار ہو جاؤ، عاجز ہو جاؤ، تو تمہارے اپنے حق میں یہ بہتر ہے کہ تم سوچو اور اپنے انجام سے ڈرو، توبہ کرو، رب کی طرف رجوع کرو، اس لئے کہ تم وہ جو میری ربوبیت اور خالقیت سے انکار کرتے ہو، جو میری کتاب کے مُنکر ہیں۔ جو میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے مُنکر ہیں، ان کے لئے میں نے ایک بُرا ہی بُرا ٹھکانہ مقرر کیا ہے، وہ بُرا ٹھکانہ کیا ہے۔ وہ ہے دوزخ۔

اور جانتے ہو اس کا ایندھن کیا ہے؟ "وَقُوْدُهَا النَّاسُ" وقود کہتے ہیں ایندھن کو۔ وقود کہتے ہیں اس چیز کو جس سے آگ بھڑک اُٹھے۔ مثلاً کوئی دھات ہو، گندھک ہو یا کوئی تیل ہو، یا کوئی دوسری ایسی چیز جس سے آگ بھڑک اٹھتی ہو اور تیز ہو جاتی ہو۔ انسان کے جسم میں جو چربی ہے وہ بھی آگ کو بھڑکاتی ہے۔

توفرمایا اس آگ سے بچو، جس کا ایندھن دو چیزیں ہیں۔ میرے کافر اور منکر بندے اوران کے پتھر سے بنے وہ بُت جن کی وہ پُوجا کیا کرتے تھے۔ کہ دیکھو جن کو تم خدا مانتے تھے، ان کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ اُس آگ کی گرمی تو اوپر سے ہوگی۔ اس جہنم میں تم ہلو گے، جُلو گے، لیٹو گے، اُٹھو گے اور بیٹھو گے تو انہی گرم دہکتے ہوئے پتھروں پر، جن پر تم دنیا میں تکیہ رکھتے تھے، وہی تمہارا عذاب بن جائیں گے۔

" فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ ..... لِلْکٰفِرِیْنَ "۔ پس تم بچو اس آگ سے جو میں نے منکرینِ ربوبیت، منکرینِ الٰہیت، منکرینِ نبوّت اور منکرینِ کلام اللہ کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ جس کا ایندھن وہ نافرمان بندے ہوں گے اور وہ پتھر ہوں گے، وہ بُت ہوں گے جن کی وہ پُوجا کرتے تھے۔ اور ایسی نباتات ہوں گی، جمادات ہوں گی جن سے آگ بھڑکتی ہے۔

اور اگر تم ایمان لے آؤ، اگر تم نے میری ربوبیت کو مانا، میری عبادت کی، میری اطاعت کی، میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔ ان کی اطاعت کی اور تم ان پر ایمان لائے، اور مجھ پر ایمان لائے تو تمہارے لئے ایک بہت ہی بڑا انعام ہے۔ وہ کیا ہے؟ " وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

Marfat.com

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اپنی عبادات، اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے سے کی۔ اپنے معمولات اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے سے کئے۔ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے کئے۔ اپنے اخلاق اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے کئے اور قرآن مجسم کی اتباع کی۔ ایمان و عمل دونوں کی یکسانیت میرے حبیب کے فرمان کے مطابق کی۔ ان کے لئے کیا ہے؟ ان کے لئے انعام ہے:۔

"اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ"

جنّت کے باغ ان کا انعام ہیں۔ اور کیسا باغ، انتہائی خوش نما باغ، انتہائی خوش کُن ماحول ہے۔ "تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ" ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی "كُلَّمَا رُزِقُوْا ..... رِزْقًا" اور وہاں اس میں سے جو پھل ہیں، جو جی چاہے گا ان پھلوں میں سے ان کو بطورِ رزق کے مل جائے گا۔ وہاں میرے مہمان ہوں گے اور میرے پیارے ہوں گے۔

ان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی، ان میں سے کسی پھل کا بھی کوئی محتاج نہیں ہوگا۔ دنیا میں تو وہ محتاج تھے۔ اس لئے کہ میں نے اپنے اندازے کے مطابق ہر ایک کو رزق دیا

Marfat.com

تھا۔ کہ دیکھیں میرے بندے میرے دیئے ہوئے رزق میں صبر اور شکر کرتے ہیں کہ نہیں۔ جہاں لامحدود وہاں میں نے تمہیں اپنی خواہشات کو کنٹرول کرنے کی تعلیم دی تھی۔ یہاں تمہاری خواہشات پہ کوئی روک ٹوک نہیں۔ اس لئے کہ دُنیا میں تمہاری یہ تربیت ہو چکی ہے کہ تم اپنی تمام خواہشات کو رب سے ملنے کی، رب سے قربت کی خواہش کے مطابق کر دو۔ تم نے اپنے نفس کو اپنے قلب کے تابع کر دیا۔ اپنے اعمال کو میری رضا کے تابع کر دیا۔ اپنے احساسات کو میری رضا کے تابع کر دیا۔

اگر میں تم سے کچھ چھین لیتا ہوں تمہارے مال، تمہاری اولاد، تمہارے پھل، تو تم صبر کرتے ہو اور میں تمہارے ساتھ ہو جاتا ہوں۔ اگر تمہیں مال، اولاد اور پھل دیتا ہوں تو تم اپنی ذات کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ اسے اپنی کمائی نہیں سمجھتے، میری عطا سمجھتے ہو اور میرا شکر ادا کرتے ہو۔ تمہارے اس صبر اور شکر کی، اس ایمان اور عطا کی جزا ہے "جَنّٰتٍ تَجْرِيْ ...... رِزْقًا"

تو وہاں پہ یہ تو وہی ہے جو پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق دیا تھا، اور اسی طرح کا ایک اور آ گیا تو کوئی کمی نہیں ہو

Marfat.com

ہوگی "وَلَهُمْ فِيهَا.... خٰلِدُوْنَ" وہاں پر پاک اور صاف ستھری عورتیں ہوں گی جو ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گی ہمیشہ ہمیشہ میرا قرب ہوگا جنت میں۔ ان کا تم سے باہمی رشتہ جسمانی نوعیت کا نہیں بلکہ روحانی نوعیّت کا ہوگا۔ وہاں پہ تسبیح و تہلیل ہو رہی ہوگی۔ لحن داؤدی میں فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کر رہے ہوں گے۔ اور اس سے وہ نعمت میسّر ہوگی اور وہ سرور ہوگا۔ جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو پختہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب پر ایمان عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ (جس کا کوئی شریک نہیں) ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نصیب فرمائے۔ ان کی اتباع نصیب فرمائے۔ ان کی محبت نصیب فرمائے اور ان کی اطاعت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ جو کوتاہیاں ہم سے ہوئی ہیں ان کو معاف فرمائے

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھی صحبت میں رکھے، جو صحبت اس نے تیار کی ہوئی ہے اپنے انبیاء علیہم السلام کے لئے صدیقین

Marfat.com

کے لئے، شہداء کے لئے اور ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے لئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

Marfat.com

سورۃ البقرہ پارہ الٓمّٓ
آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ
وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۙ﴿۲۱﴾ الَّذِیۡ
جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنۡزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ
رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ
تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا
عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ ۪ وَادۡعُوۡا
شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۳﴾
فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ
وَقُوۡدُہَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ ۚۖ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۴﴾
وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ
جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ؕ کُلَّمَا

Marfat.com

رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ
رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ
فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا
بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ
یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَمَا
یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۝

ترجمہ : اے لوگو اپنے رب کو پُوجو جس نے تمہیں
اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ اُمید کرتے ہوئے کہ تمہیں
پرہیز گاری ملے۔ اور جس نے تمہارے لئے زمین کو
بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اُتارا
تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ
کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ اور اگر تمہیں
کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص)
بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔
اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بُلا لو اگر تم

Marfat.com

سچے ہو پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز
نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی
اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لئے اور
خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام
کئے کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں
رواں جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے
کو دیا جائے گا (صورت دیکھ کر) کہیں گے یہ تو وہی
رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ (صورت میں)
ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لئے ان باغوں
میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں
گے بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال
سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس
سے بڑھ کر تو وہ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں
کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے رہے
کافر وہ کہتے ہیں ایسی کہاوت میں اللہ کا کیا
مقصود ہے اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا
ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس
سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔

پچھلی نشست میں ہم نے چوبیسویں آیت کی تفسیر بیان کی تھی۔ جیساکہ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک سے لے کر بیس آیات میں سے اللہ تعالیٰ نے چھ آیات میں مومنین کی تعریف کی پھر کافروں کی پہچان کرائی، پھر منافقین کے متعلق بیان کیا۔

ایک طرف تو وہ ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کتاب پاک کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتری، اسے ذریعۂ ہدایت سمجھتے ہیں، ذریعہ تقویٰ سمجھتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ لوگ فلاح پائیں گے۔

دوسری طرف کُفّار اور منافقین ہیں۔ ایک تو بالکل ایمان ہی نہیں رکھتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو دکھاوے کا ایمان رکھتے ہیں لیکن پسِ پردہ کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان لوگوں کا ٹھکانہ بہت ہی بُرا ہے۔ اور بے شک اللہ کو دھوکہ نہیں دیتے بلکہ اپنی ذات کو دھوکہ دیتے ہیں، یہ لوگ خود عاجز ہو جائیں گے۔ دراصل نہ ان کی آنکھوں میں وہ بصارت ہے کہ وہ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ سکیں اور نہ ان کے کانوں میں وہ سماعت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کو سُن سکیں اور ان کے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ جن میں اُن کی عقیدت ومحبت اور ان کا ایمان جاگزیں نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

ان تین طرح کے لوگوں کی پہچان کرانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا۔ حکم دیا کہ اے لوگو! میری عبادت کرو۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر چلو، میں نے جو کتاب اُتاری ہے، جو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے۔ اس معجزے میں جو دین ہے وہ شریعت ہے، اس کی پابندی کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس نے ہماری آسانی کے لئے زمین کو فرش بنایا اور آسمان سے ہمارے لئے پانی اور رزق اُتارا۔ جس میں سے سب پھل نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی نشانیاں پیش کر دینے کے بعد فرمایا۔ اب تم اللہ کے برابر کسی کو نہ ٹھہراؤ۔

اب میں آپ کو تیئسویں آیت جو سنا رہا ہوں وہ ہے۔ "اِنْ كُنْتُمْ..... صٰدِقِیْنَ ۝" میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو میں نے زندہ معجزہ اتارا ہے قرآن پاک، یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک معجزہ رہے گا، تم اس سے انکار کرتے ہو۔ جب بھی معجزہ کسی پیغمبر کو دیا جاتا ہے، وہ اس زمانے کے ماحول اور ضروریات کے مطابق دیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو اور سحر کا زور

تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ معجزہ عطا فرمایا، جس سے ساحر اور جادوگر عاجز ہو گئے۔ انہیں عصا عطا فرمایا، جو اژدھا بن جاتا تھا، یدِ بیضا عطا فرمایا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا علم ترقی کر رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ معجزہ عطا فرمایا جس میں اس زمانے کے حکماء، ڈاکٹر اور سرجن عاجز ہو گئے۔ وہ مریضوں کا علاج تو کر سکتے تھے مگر مُردوں کو زندہ نہیں کر سکتے تھے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزہ عطا فرمایا کہ وہ کہتے تھے "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ" اُٹھ جاؤ اللہ کے حکم سے، اور وہ اُٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اندھے کو بصارت عطا فرما دیتے تھے۔ برص اور کوڑھ کے داغ والوں کو شفا عطا فرما دیتے تھے، تو ان کو یہ معجزہ عطا فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں شاعری، علم البیان، فصاحت اور بلاغت کا بڑا زور تھا۔ آپ کے زمانے میں ان علوم کا بڑا زور تھا۔ ان کو ایسا معجزہ عطا فرمایا۔ کہ جس کے سامنے ہر ایک کی فصاحت و بلاغت مات ہو گئی۔ اس پائے کا کلام کوئی اور پیدا نہیں کر سکا۔ اور اسی کو اللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے تم تک جو دین پہنچایا، تمہیں توحید کی نعمت عطا فرمائی، جھوٹے

خداؤں سے نجات دلائی۔ تو یہ قرآن کی حقانیت کا زندہ ثبوت ہے، یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیغمبری کا زندہ ثبوت ہے۔ اور پھر بھی اگر تم میں کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے کہ یہ قرآن جو ہم نے آہستہ آہستہ اپنے عبد کے اُوپر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُوپر، اپنے نبی کے اُوپر، اپنے محبوب پر اُتارا، تاکہ اُن کی رحمت سارے عالمین پر چھا جائے اور سارے عالمین کو ہدایت پہنچ جائے۔

اگر اس میں تمہیں کوئی شبہ ہے "اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ" اگر واقعی تمہیں کوئی شک ہے "مِّمَّا اَنْزَلْنَا" جو کہ ہم نے آہستہ آہستہ اُتارا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر۔ وہ اس پر بحث کیا کرتے تھے کہ توریت ان پر اُتر گئی، دوسری کتابیں ایک دفعہ اُتریں، یہ کلام پاک آہستہ آہستہ کیوں اُترا؟ اور ایک انسان پر کیوں اُترا؟ وہ بھی ایک ایسا انسان جس نے تعلیم حاصل نہیں کی، جس کے پاس کوئی حکومت نہیں، جس کے پاس کوئی دولت نہیں، تو کسی طرح بھی دنیاوی لحاظ سے عظمت اور بزرگی کا "نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ" وہ اہل نہیں تھے۔ حالانکہ یہ بات ہی غلط ہے۔

اللہ کا نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کا مظہر ہے،

Marfat.com

اُسے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی ۔ ابوجہل کو دیدۂ بینا نہیں تھا وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہیں دیکھ سکتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، جو اُن کو قتل کرنے کے ارادے سے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دیدۂ بینا عطا فرمایا۔ وہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے گئے تو ان کے ہمیشہ کے لئے عاشق ہو گئے۔ تو یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کی آنکھیں اندھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتے ہیں کہ واقعی اگر تمہیں شبہ ہو تو تم بھی عمل کر کے دکھاؤ کہ " فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ "کہ اس کے جیسی ایک سُورت لاؤ۔ تم بڑے فصیح و بلیغ شاعر ہو۔

انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کی کیا پہچان ہوتی ہے؟

انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کی پہچان یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں دوسرے انسان بنا سکتے ہیں۔ اگر انجن اور کار انگلینڈ میں پہلی دفعہ بنائی گئی، اب تو کوریا نے بھی بنانی شروع کر دی، پاکستان نے بھی شروع کر دی، جاپان نے بھی شروع کر دی ہے۔ لیکن سیب اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ پوری کائنات میں کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا ہے جو گندم کا دانہ خود بنالے۔ کاریں بنالیتا ہے جہاز بنالیتا ہے فرنیچر بنالیتا ہے۔ قالین بنالیتا ہے۔

Marfat.com

مقصد یہ کہ خدا کی مخلوق اور انسانی تخلیق میں ایک فرق ہے۔ انسانی تخلیق (Duplicate) رکاپی) ہوسکتی ہے، کوئی دوسرا انسان بنا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تخلیق کوئی دوسرا انسان نہیں بنا سکتا۔ انسان نے (Robot) بنایا لیکن (Robot) انسان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بشری دلیل دی کہ ٹھیک ہے، انسان کی یہ چیزیں تو انسان بنا لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ قرآن خدا کی کتاب ہوتی تو ایک ساتھ نازل ہو جاتی۔ جیسے توریت وغیرہ تھی۔ یہ تو لگتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑا تھوڑا محنت کر کے دو چار سورت لکھتے ہیں۔ دو چار شعر کہتے ہیں، جب اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ بتا دیتے ہیں۔ جیسے شاعر لوگ تھوڑی تھوڑی قسطوں میں اشعار کہتے ہیں۔

تو اللہ نے کہا کہ چلو بھئی جھوٹے کو گھر تک پہنچا دو۔ تو کہا کہ اچھا بھئی اگر تمہیں شبہ ہے کہ میں نے اسے آہستہ آہستہ نہیں اُتارا تو تم اس جیسی ایک سورت لا دو۔ لا دو اگر انسان کی بنی ہوئی ہے یہ تو دوسرے انسان بنا سکیں گے اور تمہیں تو کوئی مجبوری بھی نہیں ہے، تم تو بڑے فصیح اور بلیغ اور بلند پایہ شاعر ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے؟

Marfat.com

"وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ ..... صٰدِقِيْنَ ۝" اور جن کو تم گواہ لے آؤ کہ انسان کی بنائی ہوئی ہے، تم ان بُتوں کو لاؤ، اپنے راہبوں کو لاؤ، اپنے فصحا اور مبلغین کو لاؤ۔ اور صاحبانِ علم و بیان کو لاؤ، اپنے راہبین کو لاؤ، اپنے علماء کو لاؤ، ان سے گواہی دلاؤ کہ انہوں نے دیکھا ہے کہ انسان کا بنایا ہوا ہے۔ یا تم آیت بنا دو اس جیسی تو ان کو لے آؤ اور وہ دلیل دیں کہ دونوں ایک جیسی ہیں۔ اگر تم سچے ہو، تمہارا شبہ سچا ہے۔ تمہارا الزام سچا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہاں ان کو صداقت کا سرٹیفکیٹ نہیں دے رہا ہے۔ ان کو چیلنج کر رہا ہے کہ اگر تم واقعی سچے ہو، جو کہ تم نہیں ہو تو اپنی سچائی کی گواہی لاؤ، کوئی ثبوت لاؤ۔ یا تو اپنے حمایتی لاؤ جو تمہارے گواہ ہوں کہ تم سچے ہو۔ اگر نہیں تو تجربہ کر کے دیکھ لو اس جیسی کوئی سورت لا دو۔

اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ اگر تم عاجز ہو جاؤ اور ایسا نہ کر سکو تو پھر یہ ہٹ دھرمی چھوڑ دو۔ اور حق کو تسلیم کر لو "فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا" اگر تم پھر بھی نہ کر سکو یہ سب کچھ، اپنے جھوٹ کو ثابت نہ کر سکو، اپنے دعوے کی گواہی نہ لا سکو، اس جیسی کوئی آیت نہ لا سکو۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ کی شانِ بلاغت ہے

کہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْ) یعنی اگر تم ایسا نہ کر سکو (اور بیشک تم ایسا نہ کر سکو گے)۔ تو جان لو کہ میرے حبیب پر جو معجزہ اُترا ہے یہ اس کی حقانیت ہے، اس کی سچائی ہے، اس کو کوئی چیلنج کرے یا نہ کرے۔ یہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔

اور تم کوئی گواہی نہیں لا سکتے، کوئی اس کی مثل پیش نہیں کر سکتے۔ تمہارا دعویٰ کہ یہ ایک انسانی تخلیق ہے، لیکن تم اس جیسی کوئی انسانی تخلیق نہیں لا سکتے۔ اگر تم لاچار ہو جاؤ، عاجز ہو جاؤ، جیسا کہ مجھے پتہ ہے کہ تم ہو جاؤ گے تو تم اپنے فوز و فلاح کے لئے کیا کرو گے؟

"فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ۔" ڈرو اس آگ سے، ڈرو جہنم کی اس آگ سے "وَقُوْدُھَا النَّاسُ ..... کٰفِرِیْنَ o" اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ جہنم کے بھی بہت سے طبقات ہوں گے جس میں سب سے زیادہ سزا والے ہوں گے، اس میں سب سے زیادہ گرمی ہو گی، تپش ہو گی۔ ایک وہ طبق ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کیا ہوا ہے اس میں انسان ہوں گے اور پتھر ہوں گے۔

Marfat.com

ایک وہ طبق ہوگا جس میں کافر جن ہوں گے۔ جہنم کا ایک وہ طبق ہوگا جس میں کم گرمی ہوگی، کم تکلیف ہوگی۔ وہ اُن مسلمانوں کے لئے ہوگا جنہوں نے بداعمالیاں کی ہوں گی، ان کو ہلکی سی سزا دے کر، ان کی روح کو پاک کر کے، زنگ کو آگ سے چھڑا کر اُن کو جنت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کہا۔

اگر تم لاچار ہو جاؤ، اگر تم گواہی نہ لا سکو، اپنے کسی دعوے کی۔ اگر اس سورت جیسی تم تخلیق نہ کر سکو تو پھر یہ مان جاؤ کہ یہ حق ہے۔ قرآن رب کی کتاب ہے۔ یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قائم ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اور اس پر ایمان لاؤ۔ اس لئے کہ اگر نہ لاؤ گے تو میں نے تمہارے لئے ایک آگ تیار کی ہوئی ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ جیسے گندھک آگ میں ڈالتے ہیں تو اس سے تعفن اور شعلہ دونوں برآمد ہوگا۔ اس لئے اس سے ڈرو جو ہم نے تیار کی ہے۔ اپنے کو عذاب اور مشکل میں نہ ڈالو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے کفار کی، منافقین اور مسلمانوں کی صفات بتائی ہوئی ہیں پھر ان کو دعوت دی ہے۔ ان لوگوں کے لئے بتا دیا کہ ان کے لئے ہم نے کیا تیار کیا ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے کیا تیار کیا ہوا ہے وہ بھی بتا دیا۔ آپ دیکھیں کلام پاک کی منطق ــ یہ میرا قرآن ہے، جو لوگ تقویٰ کرتے ہیں، احتیاط کرتے ہیں، ان کے لئے راہِ ہدایت ہے اور کرنے والے ان صفات کے لوگ ہیں کہ نماز قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنے ایمان کو درست رکھتے ہیں، نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور اپنے آپ کو چیلنج کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیّت کو نہیں مانتے۔ پھر وہ لوگ ہیں جو کہ انسانوں سے دھوکا دہی کرتے ہیں لیکن وہ اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے، دیکھ رہا ہے کہ وہ مسلمانوں میں جا کر کہتے ہیں کہ ہم تو مومن ہیں اور کافروں میں جا کر کہتے ہیں ہم تو مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ان کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ ان کیلئے یہ تیار کیا ہے کہ "اَلنَّارُ الَّتِیْ ..... اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ہ" اور جن لوگوں نے کہنا مانا رب کا، اور سرِ تسلیم خم کیا، نبی کریم کو اپنا سب کچھ جانا (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا محبوب جانا۔ اللہ کا پیارا جانا۔ اور ان کی غلامی حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے، ان سے محبت کی، ان کا ادب کیا، ان کی اطاعت کی اور اس کو معجزہ مانا، ان

Marfat.com

کے لئے انعام ہیں۔

یاد رکھیں کہ معجزے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ مستقل اپنے نبی کو عطا کر دیتا ہے۔ کہ یہ شروع سے آخر تک مستقل تمہارا معجزہ ہے۔ یہ بہت بڑا انعام ہے جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ایک ایسے معجزے کے طور پر عطا ہوا جو قیامت تک رہے گا۔ اسے ہر وقت میں، ہر دور میں جو پڑھے گا ان کے دلوں میں روشنی آئے گی۔ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائیں گے اور ہر دور میں اس سے ہدایت ملے گی۔

(ایک وہ معجزہ ہوتا ہے جو بوقتِ ضرورت اپنی مرضی سے وہ استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ۔ اور ایک وہ جو بار بار استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا معجزہ تھا۔ جب ضرورت پڑی دریا میں ڈالا دریا الگ ہو گیا، جب ضرورت پڑی تو اژدہا بن کر سانپ کو نگل گیا)

ایک معجزہ ایسا ہوتا ہے جو بوقتِ ضرورت استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ جب چاہا یا ضرورت پڑی تو بینائی دے دی۔ اور ایک وہ معجزہ ہوتا ہے جو کبھی زندگی میں ایک آدھ بار کسی کو ملتا ہے۔ ان کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اُن

Marfat.com

سے صادر کر دیتا ہے۔ جیسے شق القمر کا۔ دنیا کو دکھانا تھا کہ دیکھو شمس و قمر کا اپنا نظامِ شمسی ہے جو ان کی اپنی تقدیر ہے۔

وَالْقَدْرَ ..... قَدِیْمِ" ہم نے ہر ایک کے دائرہ کا ایک مدار کھینچ دیا ہے۔ ہر ایک کس طرح گھومیں گے، کس طرح سے گردش کریں گے، اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک کو ٹھہرا دیا۔ لیکن میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت ہے کہ وہ نظامِ شمسی کو تبدیل کر سکتے ہیں کہ سورج ڈوب گیا اور میرا چچازاد بھائی پریشان ہو گیا ہے، کہ نماز قضا ہو گئی تو اشارہ کیا اور سورج دوبارہ نکل آیا۔ نماز ادا کی پھر واپس چلا گیا۔ سورج نکلا، روشنی ہوئی عصر کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ پھر چلا گیا۔

چاند کی طرف اشارہ کیا، دو ٹکڑے ہو گیا۔ تو یہ تین طرح کے معجزے ہوتے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ مستقل معجزہ عطا فرما دیتا ہے۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا اور جو ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ غیر فانی معجزہ۔ ایک وہ معجزہ جو اپنی مرضی سے بوقتِ ضرورت استعمال کر سکتے ہیں۔ یعنی ایک وہ معجزہ ہے جو بوقتِ ضرورت اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے عطا فرما دیتا ہے۔ یہ معجزہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، اس کو نہ مانو گے تو تمہارے لئے ہم نے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی

Marfat.com

ہے، جو بدترین ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے اور جو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو مانتے ہیں۔ اور اسے اپنے لئے شمع ہدایت بنا لیتے ہیں ان کے لئے کیا ہے؟

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ ..... خٰلِدُوْنَ ۝

کائنات میں انسان کی زندگی کے لئے کیا چیزیں ہیں؟

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی عادت ڈالی ہے۔ ایک کھانے پینے کی اور ایک زوجیت کی۔ لیکن دنیا میں جب انسان اپنی یہ ضروریات پوری کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی آلائش ملی ہوتی ہے۔ رزق کھاتا ہے اس کی اپنی آلائش ہے زوجیت کی اپنی آلائش ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں پاک اور صاف طریقے سے جنت میں اپنے بندوں کے لئے بھی مہیا کی ہیں۔ کہ جس طرح کی چیزوں کا عادی ہے، جس کو دنیا میں وہ نعمت سمجھتا ہے اسی سے ملتی جلتی چیزیں وہاں پیش کر دی ہیں، وہ ساری لذتیں مہیا فرما دی ہیں۔ لیکن اس کی لذت کوئی اور ہی ہے۔ اس میں پاکیزگی ہے، اس میں انسان کی مجبوریاں نہیں ہیں، اس میں انسان کی آلودگیاں نہیں ہیں۔

دنیا میں انسان کو رزق کی ضرورت ہے۔ حرکت اور برکت

Marfat.com

کے لئے زوجیت کی ضرورت ہے، نسل آگے لے جانے کے لئے ۔ لیکن وہاں انسان ان ضروریات کا محتاج نہیں ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو جو آپ کو پسند ہیں بہتر طریقے سے عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"وَبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوا" کن کے لئے ؟ وہ جو مومن باعمل ہیں ۔ ایک ہوتے ہیں کافر۔ ایک ہوتے ہیں منافق، ایک ہوتے ہیں مومن ۔ مومن کی بھی دو کیٹگری ہیں ۔ ایک مومن بالعمل، ایک مومن بے عمل ۔ مومن بالعمل ایسا درخت ہے، جس میں پھول بھی کھلتے ہیں، پھل بھی آتے ہیں ۔ پھر اس سے دوسرے پودے بھی بنتے ہیں اور پھر خیر جاری رہتا ہے ۔ وہ ایمان رکھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں ۔ دوسرے لوگ اس کے ایمان کی روشنی کو دیکھتے ہیں اور اس کے عمل کو دیکھتے ہیں اور اس کی تقلید میں اپنے ایمان کو قائم رکھتے ہیں ۔ اس طرح ایمان و عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔

دوسرے جو ہیں اس درخت کی طرح ہیں جو بے ثمر ہیں ۔ پتے سوکھ کر گر جاتے ہیں۔ پھل کوئی نہیں ہوتا، کوئی اس کی طرف جاتا نہیں ۔ کسی سے اس کو فیض نہیں ۔ اس لئے کہ ہریالی تو ہے لیکن پھل داری نہیں ہے، ثمر باری نہیں ہے ۔ تو ان سے کا

Marfat.com

ایمان بے فیض ہے، اس لئے کہ عمل ہی نہیں ہے۔ اس لئے ان کو سزا یہ ہوتی ہے کہ کوئی ان کے پاس نہیں جاتا۔ وہ تنہا رہ جلتے ہیں پھر ان کو لقائے الٰہی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ تو بشارت کس کے لئے ہے؟ جو صاحبانِ ایمان ہیں۔ اور صاحبانِ عملِ صالحات ہیں۔ا

اور خوشخبری ہے ان کے لئے جو صاحبانِ یقین ہیں۔ صاحبانِ ایمان ہیں، صاحبانِ ایقان ہیں۔ اور نیک اعمال کرتے ہیں۔ نیک اعمال کیا ہیں؟ عبادات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہیں اور جو اس کلام پاک میں ہیں۔ اور جو ان کے معاملات اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے ہیں۔ جیسا کہ وعدہ خلافی نہیں کرتے، کم نہیں تولتے، عہد کو پورا کرتے ہیں۔ یہ معاملات ہو گئے۔ یتیموں کا حق نہیں لیتے، بیواؤں کا حق نہیں لیتے۔ اپنی بیویوں کو حق سے محروم نہیں کرتے۔ اپنی اولاد کو ان کے حقوق دیتے ہیں، اپنے معاملات کو ٹھیک رکھتے ہیں۔ جو وقت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں۔ اپنے اخلاق کو درست رکھتے ہیں، صبر کرتے ہیں۔ راضی برضا الٰہی رہتے ہیں، شکر ادا کرتے ہیں، لوگوں سے محبت رکھتے ہیں، بڑوں کا ادب کرتے ہیں، چھوٹوں سے شفقت کرتے ہیں۔

Marfat.com

تو عمل صالح جو ہے وہ مجموعہ ہے عبادات کا۔ معاملات کا معمولات کا، اخلاق کا، سب اچھے طریقے سے ہونے لگتے ہیں تو، سمجھیں کہ درخت بڑا ہو گیا، جوان ہو گیا، شاخیں ہری بھری ہو گئیں۔ پھول نکل آئے۔ پھل آ گئے تو اب لوگ ان سے فیضیاب ہوں گے۔ یہ ہیں صاحبانِ ایمان۔

ایمان کیا ہے؟ ایمان جڑ ہے اس درخت کی، عمل اس کی پرورش ہے، جن کی جڑیں مضبوط ہیں۔ وہ جن کی پرورش ان درختوں کی پرورش کی طرح ہوتی ہے، جو سرسبز و شاداب ہیں۔ پھلدار ہیں، ان کے لئے بڑی خوشخبری ہے۔ وہ خوشخبری کیا ہے؟ لَهُمْ جَنّٰتٍ ...... اَنْهٰرُ۔

ہمیں یہ نصیب نہیں ہے کہ دنیاوی زندگی میں ہم چوبیس گھنٹے باغات میں رہیں۔ تو ہم میں جو صاحبِ استطاعت ہوتے ہیں، وہ تھوڑا بہت لان بنا لیتے ہیں۔ دو چار پودے دو چار گملے۔ اور جو یہ بھی نہیں کر سکتے وہ دو چار گھنٹے کے لئے کسی پارک میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دو چار منٹ کسی باغ میں جا کر کسی نہر کے کنارے کبھی پکنک کر لیتے ہیں۔ اور اس تھوڑے سے عرصے میں جو گزرنا ہے ہمارا باغ میں پکنک، یا دریا کے کنارے اس کو ہم اپنی کتنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس انسانی فطرت

Marfat.com

کا پتہ ہے کہ سرسبز و شاداب باغ کو یہ پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کا ہمارے لئے جو ٹھکانا بنایا ہے وہ ہمارے فطری حساب سے بنایا ہے۔

اس کو اتنا خوبصورت بنایا ہے کہ وہ ان کے لئے انتہائی خوبصورت باغ ہے "جَنّٰتٍ تَجْرِیْ...... اَنْھٰرُ" جس کے نیچے نہریں ہیں۔ اس کی محتاج وہ جنت نہیں ہوگی، کہ ٹینکر لاکر پانی بھریں بلکہ ان کو ہمیشہ سرسبز رکھنے کے لئے ان کے درمیان سے نہر بہتی ہوگی۔ تاکہ ہر وقت وہ تر و تازہ رہے" کُلَّمَا رُزِقُوْ.... رِزْقًا" ہمیں ہر وقت تو کھانے کی خواہش نہیں ہوگی، لیکن دنیا کی طرح سے نہیں ہوگا۔ مئی جون میں ہمیں آم ملے گا، انتظار کرنا پڑے گا کہ کب اور رنج آئیں گے اور کب آم آئے گا۔ ایسی بات نہیں ہوگی۔ یہ میرے پیارے بندے ہیں دُنیا میں انہوں نے میری خواہش کی۔ دنیا میں انہوں نے میری خواہش کا احترام کیا، میرا نظام جو ہے اب ان کی خواہش کا احترام کرے گا۔

انہوں نے جس طرح سے اپنی خواہشات کو دنیا میں میری خواہش کے تابع کر دیا تھا، اب عاقبت میں میں اپنے نظام کو ان کی خواہشوں کا تابع کر دوں گا۔ جو پھل چاہیں، جو چیز کھانا چاہیں،

Marfat.com

ان کی خواہش کے مطابق ان کو مل جائے گی۔ اس میں میں اپنی مرضی ان پر مسلط نہیں کروں گا۔ اگرچہ ہوتا تو سب میری منشاء سے میرے ارادے سے ہے لیکن انہیں کوئی سرپرائز نہیں دوں گا۔ جن چیزوں کے وہ عادی ہیں، مانوس ہیں، اُنہی سے ملتی جُلتی چیزیں ہوں گی۔ پھر وہ کیا کہیں گے؟۔ ''اَنَّ لَھُمْ... .... مِنْ قَبْلُ۔''

ارے یہ تو وہی پھل ہیں جنہیں میں کھاتا رہا۔ لذت اس کی کچھ اور ہو گی۔ یہاں بھی ایک پھل بہت میٹھا ہوتا ہے، بھئی یہ تو خان پور کا مالٹا ہے، بہت میٹھا ہے۔ وہ کہیں گے ارے یہ تو پھل جنت میں مل گیا، یہ تو ویسا ہی ہے جیسا میں نے کھایا تھا۔ لذت اس کی جُدا ہے۔ اس کی مثال نہیں ہے۔ اس لذت کی۔ میں تمہارے لئے ایسے باغ بناؤں گا تمہارے رہنے کا ٹھکانا ایسا ہو گا، جس کی تم دنیا میں تمنا کرتے تھے۔ کبھی چند منٹ کے لئے ملتا تھا، کبھی چند گھنٹے کے لئے۔ یہاں ہمیشہ ہمیشہ اپنے پسندیدہ ماحول میں رہو گے۔ ''اَنَّ لَھُمْ.... رِزْقًا''

اور یہاں پڑا اس میں سے وہ کھائیں گے، وہ پھل۔ وہاں اناج نہیں ہو گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا رزق نہیں رکھا جس میں آپ کو تردد ہو کہ پہلے اس کو پیسیں پھر پکائیں، ہنڈیا

Marfat.com

سینکیں۔ پھر پلیٹوں میں رکھیں اور پھر کھائیں۔ آپ کی جو خواہش ہوگی وہ پھل ہوگا۔ اس لئے کہ آپ کو اس طرح کی غذا کی ضرورت نہیں ہے۔

اور وہاں پھل ایسا ہوگا جو آپ کی رزق والی عادت کو پورا کرے گا، لذت پہنچائے گا لیکن نجاست کوئی نہیں ہوگی۔ وہ سارا جو آپ کی ضرورت سے زیادہ ہوگا پسینہ خوشبو بن کے آپ کے جسم سے نکل جائے گا، تو آپ کو غلیظ نہیں کرے گا۔ وہاں وضو کی ضرورت نہیں، وہاں ہمیشہ آپ پاک صاف رہیں گے وہاں آپ اس حالت میں رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کریں۔

ایک تو یہ پہچان ہوگی "کُلَّمَا رُزِقُوْا ..... قَالُوْا ھٰذَا"

اللہ تعالیٰ خوش ہوکر کہہ رہا ہے کہ میرے بندے استنے خوش ہوں گے اُن کو دیکھ کر، کہ ارے یہ تو وہی پھل ہے جو میں کبھی کھایا کرتا تھا۔ میرے رب نے کتنا کرم کیا۔ میں آم کھاتا تھا میں کینو کھاتا تھا، میں انار کھاتا تھا۔ یہ پھل تو بالکل ویسے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتنا کرم کیا ہے، جن چیزوں کی مجھے عادت تھی۔ جن چیزوں کی رغبت تھی وہ مل گئیں۔ یہ اس سے ملتا جلتا ہے۔

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا۔ جو ہم نے کھایا تھا اس سے ملتا جلتا ہے۔ وَلَهُمْ فِيْهَا .... خٰلِدُوْنَ ہ اور ان کے لئے پاک

Marfat.com

صاف ستھری عورتیں ہوں گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی۔ان کے ساتھ جو تعلقات ہوں گے وہ پاکیزہ ہوں گے۔

اس کی تفصیل میں یہ ہے کہ جو بیویاں دنیا میں شوہروں کے ساتھ اچھی رہیں اور نکاح کی حالت میں جن کا انتقال ہوا، ایمان کے ساتھ، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی جنّت میں اپنے شوہروں کے ساتھ رہنے دے گا، حُوروں کی شکل میں۔ یعنی شکل وصورت اور خوبیوں میں وہ اس پاکیزہ مخلوق کی طرح ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے وہاں عطا فرمائی ہیں۔

اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مومنین پر حرام کی گئیں۔ اس لئے کہ اُنہیں جنّت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا ہے۔ تو یہ ناممکن تھا کہ جن کی قسمت میں قیامت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رہنا ہے وہ کسی دوسرے انسان کے پاس جائیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حرام کیا ہوا ہے۔

یہ سب مثالیں اللہ تعالیٰ دے رہا ہے کہ کس طرح کی زندگی اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ جو نافرمان ہیں اور ان کو جو فرمانبردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بتاتا ہے کہ میں حق ہوں اور حق بات کرنے میں مجھے کوئی حیا نہیں۔ اس لئے آپ دیکھیں کہ کلام

پاک میں عبادت کا بھی ذکر ہے، معاشرت کا بھی ذکر ہے،
مُباشرت کا بھی ذکر ہے "اِنَّ اللّٰہَ .... فَوْقَهَا" یسری کیا
ہے؛ حیا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ" بے شک اللہ حیا
نہیں کرتا، شرماتا نہیں ہے۔ کس چیز سے "اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا"
مثال دے دی۔ مثال پیش کرنا کہ اللہ تعالیٰ مثال پیش کرنے
سے حیا نہیں کرتا "مَا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا" چاہے وہ مثال
مچھّر جیسی ہو یا اس سے بڑی ہو۔ چاہے مثال میں کہے شیر،
چاہے مثال میں کہے مچھّر۔

لقمان سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے
کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے چاہے وہ رائی کے دانے
کے برابر ہو۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور اسے
کسی چیز کے بیان کرنے میں جھجک نہیں ہے۔ کوئی مثال
دینی ہے چاہے وہ مثال مچھّر جیسی کسی چیز کی ہو یا کوئی اور بہت
بڑی چیز کی۔

"فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ..... مِنْ رَّبِّهِمْ"

جب ایسی مثالیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے، تو دو طرح کے
لوگ ہیں جن کے دو طرح کے واضح اور صاف ردِّ عمل ہیں۔ دو
طرح کے کون لوگ ہیں؟ ایک مومنین ہیں، دوسرے کافرین

Marfat.com

اور منافقین ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی مثال دیتا ہے، کوئی بات بتاتا ہے تو جو ایمان والے ہیں ان کا کیا ری ایکشن ہوتا ہے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... مِنْ رَّبِّهِمْ" پس وہ جان جاتے ہیں، یہی حق ہے۔ یہی صداقت ہے، یہی سچائی ہے اس لئے کہ مِنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے ہے۔

مومن کا کیا کردار ہے؟ رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ۔ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے جو کچھ تم نے نازل کیا" فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ" گواہی دینے والوں میں میرا نام رکھنا تو نے نازل کیا، میں نے کہہ دیا کہ یہی حق ہے۔ کیوں یہ حق ہے؟ اس لئے کہ یہ میرے رب کی طرف سے ہے۔ مجھے گواہ بنائے رکھنا اپنی حقانیت کا اپنی ربوبیت کا۔ اپنی الوہیت کا اپنی قدرت کا، اپنی سخاوت کا۔ اپنے کرم کا۔

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اور جو دوسرے لوگ ہیں۔ جو دوسرا طبقہ ہے، وہ کیا کہتا ہے؟ "فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَثَلًا" وہ کہتے یہ اللہ تعالیٰ کا کیا مطلب ہے؟ یہ کیا بات ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ نے مچھر کی کیوں مثال دی؟ اس سے اس کا کیا مقصد ہے؟ ... وہ حقانیت کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے کہ" صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۙ " وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۙ وَّلَهُمْ ...."

Marfat.com

وہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات سے کیا غرض تھی کہ اس نے مچھّر کی مثال دے دی۔ اس نے یہ مثال دے دی جنّت اور نہر کی۔ اس نے یہ مثال دے دی پتھّر کی۔

مومن کہتا ہے یہ حق ہے، اس لئے کہ یہ رب کی طرف سے ہے اور کافر اس شک وشبہے سے گمراہی میں آجاتا ہے "یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا" اللہ تعالیٰ تو حق بات کرتا ہے، لیکن اس حق بات کو سُن کر بہت سے لوگ ہدایت پر آجاتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ گمراہی پر آجاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ حق کی طرف سے ہے، رب کی طرف سے ہے تو یہ حق ہی ہے، وہ ہدایت پا جاتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں اس سے کیا مطلب ہے؟ یہ تو بات سمجھ میں نہیں آئی، وہ گمراہی میں چلے جاتے ہیں۔ پھر کہتا ہے میں ناانصاف نہیں ہوں، میں کسی پر گمراہی اور ظلم نہیں کرتا۔ گمراہ کون لوگ ہوتے ہیں؟

"وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ" جو فاسق وفاجر ہیں، جو حکم عدولی کرتے ہیں، جو میرا کہنا نہیں مانتے۔ ہدایت کا سرچشمہ اطاعتِ الٰہی ہے۔ رب کی اطاعت کریں تو ہدایت ملے گی۔ ہدایت شعور کی معراج ہے۔ وہ انسان کی جبلّت سے، انسان کے حواسِ خمسہ سے، انسان کی عقل اور اس کے علم سے بالاتر چیز

Marfat.com

تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد دوم

از

خواجۂ عارفاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مفسر القرآن

فدائے عشقِ محمدی

ضیائے غلام عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی

قادری چشتی صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

حلقۂ چشتیہ صابریہ عارفیہ

۶۸-۷، آدم جی [illegible] سوسائٹی بلاک ۷/۸ کراچی

Marfat.com